— امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

لوگ غیبت کیوں کرتے ہیں؟

غیبت کے اسباب بہت سے ہیں ان میں سے آٹھ عام طور پر سب میں پائے جاتے ہیں اور تین مذہبی لوگوں اور خواص کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔ انسان کو جب کسی شخص پر غصہ آتا ہے اور ضبط نہیں کرسکتا، تو خواہ مخواہ اس شخص کے عیوب زبان پر آجاتے ہیں، اس سے اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ اگر کسی وجہ سے اس کو ضبط کرنا پڑا تو وہ غصہ دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے اور ہمیشہ اس شخص کی بدگوئی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔

۲۔ کسی مجلس میں جب پہلے ہی سے کسی کی غیبت ہو رہی ہے تو نئے آدمی کو بھی خواہ مخواہ گرمی صحبت کے لیے اس مشغلے میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان لوگوں کو ٹوکے یا خود چپکا بیٹھا رہے تو تمام لوگوں کو بار ہوگا۔

۳۔ انسان کو جب اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص میری نسبت بُرے خیالات دل میں رکھتا ہے اور ان کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو حفظ ماتقدم کے لیے وہ خود اس کے عیوب ظاہر کرنے شروع کرتا ہے تاکہ آئندہ اس شخص کی بات بے اثر ہو جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ چونکہ میں اس شخص کے واقعی عیوب ظاہر کیے تھے اس لیے دشمنی سے وہ میری نسبت جھوٹے الزامات لگاتا ہے۔

۴۔ انسان پر جب کوئی غلط الزام یا عیب لگایا جاتا ہے اور وہ اس سے اپنی براءت ثابت کرنا چاہتا ہے تو اس شخص کا نام لیتا ہے جو درحقیقت اس الزام کا مرتکب ہوتا ہے، حالانکہ اس کو صرف اپنی براءت پر قناعت کرنی چاہیے تھی۔

۵۔ دوسروں کی تنقیص میں ضمناً کمال ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شاعر دوسرے شاعر کی نسبت کہتا ہے کہ اس کا کلام نہایت بدمزہ ہوتا ہے یا اس کو مطلق کہنا نہیں آتا۔ اس سے درپردہ یہ غرض ہوتی ہے کہ میرا کلام نہایت بامزہ اور لطیف ہوتا ہے۔

۶۔ ایک شخص اپنے معاصر کی عزت اور شہرت کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس شہرت اور عزت کے مٹانے کی کوئی تدبیر بن نہیں آتی مجبوراً اس کے عیوب ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگوں کے دل میں اس کی وقعت کم ہو جائے۔

۷۔ مذاق اور دل بہلانے کے لیے بعض اوقات انسان دوسروں کے عیوب کا خاکہ اڑاتا ہے جس سے حاضرین مجلس کو نقالی کا مزہ آتا ہے اور صحبت گرم ہوتی ہے۔

۸۔ کسی کے ساتھ استہزا اور تمسخر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

خواص کے غیبت میں مبتلا ہونے کے اسباب

غیبت کے مذکورہ اسباب عام آدمیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواص جن اسباب سے مبتلا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایک دیندار آدمی جب کسی شخص کو کوئی برا کام کرتے دیکھتا ہے یا لوگوں سے سنتا ہے تو اس کو تعجب اور حیرت ہوتی ہے۔ اس تعجب کے ظاہر کرنے میں اس شخص کا نام زبان پر آجاتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ زید نے باوجود دیندار ہونے کے ناچ کی محفل میں کیوں شرکت کی۔

۲۔ اس قسم کے موقع پر بعض وقت انسان کو افسوس اور رحم آتا ہے اور یوں کہتا ہے افسوس! زید نے شراب پینی شروع کی جو اس کے رتبہ اور شان کے بالکل خلاف ہے۔

۳۔ بعض وقت امر بالمعروف کا جوش پیدا ہوتا ہے اور انسان مرتکب گناہ کا نام لے کر اس کا اظہار کرتا ہے۔

ان تینوں موقعوں میں غیبت کرنے والے کو دھوکا ہوتا ہے کہ وہ غیبت کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ ایک مذہبی فرض ادا کر رہا ہے، حالانکہ اس فرض کے ادا کرنے میں نام لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

روداد جلسہ خواتین

(بقیہ)

اسی طرح نے اس کی مثالیں پیش کیں۔ خاص طور سے نچلے طبقہ میں اس لعنت کا جس طرح بے سوچے سمجھے کثرت سے استعمال ہو رہا ہے اس کے تدارک پر زور دیا اور عورتوں کی تعلیم کی جانب خاص طور سے توجہ مبذول کرائی۔

اجلاس کے آخر میں قمر خاں نے مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور زمانہ مناجات "اے خاصۂ خاصان رُسل وقت دعا ہے" ایسی پُرسوز آواز میں پیش کی کہ سارا مجمع گوش برآواز ہو گیا۔ اجلاس کا اختتام دعائیہ آیات قرآنی پر ہوا۔

لہ ۱۰ر اگست ۱۹۹۴ء کے شمارے میں اصلاح معاشرہ کی رپورٹ میں خواتین کے جلسے کی رپورٹ بھی مختصراً مذکور ہے مگر یہ رپورٹ خواتین کے جلسے کی کنوینر محترمہ ڈاکٹر نسیم اقتدار کا آنکھوں دیکھا حال ہے اسلئے ہدیۂ ناظرین ہے۔

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | ماہنامہ مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۲۰

نگران اعلیٰ
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ر اگست ۱۹۹۴ء
۱۶ر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا مظہر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الحسن زاہد ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ الحسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون حسب ذیل

سالانہ
فی شمارہ
برصغیر کے علاوہ دنیا کے تمام ممالک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
بحری ڈاک جملہ — ۱۰ ڈالر
خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ 226007 (یوپی)

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور رقم تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۰۰ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ

جملہ خط و کتابت بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

اس شمارے میں

۱	غیبت کیوں کرتے ہیں	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۲
۲	سازشوں کا ہجوم	ع۔ ع۔ ش	۵
۳	فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	یورپ کو آزادی نہیں ملی	مولانا واضح رشید ندوی	۱۳
۵	رسول وحدت	مولانا سید سلیمان ندوی	۱۵
۶	لندن جرائم کا شہر	(ماخوذ)	۲۰
۷	امریکہ کو دین خالص کی تلاش.	عمر افضل (نیویارک)	۲۲
۸	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۴
۹	مشتری میں قیامت	(ماخوذ)	۲۵
۱۰	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
۱۱	روداد اصلاح معاشرہ	ڈاکٹر نسیم اقتدار	۲۷
۱۲	مطالعہ کی میز پر	مولانا محمد خالد ندوی	۲۹
۱۳	تحریک پیام انسانیت بمبئی میں	انیس چشتی (پونہ)	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/- روپے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالمی فی سینٹی میٹر R.20/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH - K.S.A.

برطانیہ
Mr. Mohd. AKRAM NADVI Sb.
O.c.I.S.
10 - St. Cross Road
Oxford OXI 3T4 - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI - U.A.E.

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI - Pakistan-31

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 - U.S.A.

اداریہ

سازشوں کا ہجوم

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس وقت ساری دنیا میں سازشوں کا بازار گرم ہے، "بنیاد پرست" کا لفظی مفہوم جو بھی ہو، اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے اس سے بحث نہیں، اب یہ ہر اس شخص کا لقب ہے جو اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور مسلمان رہ کر جینا اور مرنا چاہتا ہو، اور اس کی خواہش ہو کہ دنیا میں امن وامان قائم رہے، ایک انسان دوسرے انسان کا احترام کرے، زندہ رہے اور دوسروں کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کرے، رنگ ونسل اور زبان وکلچر کے نام پر کسی کو غلام نہ بنایا جائے اور نہ کسی پر ظلم روا رکھا جائے۔

لیکن ایک سخت کشمکش اور پیچیدہ صورت حال ان حکومتوں اور ان کی سرکردگی میں چلنے والے وسائل اطلاعات کو درپیش ہے کہ اب تک جمہوریت اور جمہوری قدروں کا نوکر اس طرح کرتے آئے ہیں جیسے ایک مقدس آسمانی امانت ہے، خواہ الکشنوں کے نام پر طاقت کے مظاہرے اور سیاسی شعبدہ بازیوں کے ڈرامے ہوتے رہے ہوں، عوام کے نام پر عوام کو کچلا اور دبایا جاتا رہا ہو مگر ان ڈراموں کے نتائج کو عوام کی رائے اور عوام کا انتخاب قرار دیا جاتا رہا۔ اور یہی کہا جاتا رہا ہے کہ ملک کے عوام جس کو چاہیں اپنا حاکم رہنما بنائیں۔ مگر جب واقعی صورت پیش آگئی کہ عوام نے اپنے اختیارات استعمال کرنے کی ہمت کی اور اپنے ملک کو اپنی آرزوؤں اور خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی سعی کی تو جمہوریت کا بھرم کھل گیا، فوجی حکومت نے ان کا راستہ روکا، اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کس طرح جمہوریت کا نام بھی لیں اور جمہور سے کنارہ کش بھی ہو جائیں۔ الجزائر میں سب سے پہلے یہ شکل کھل کر سامنے آئی، امریکہ اور یورپ کے مشرقی ممالک نے الجزائر کی کسمپرسی پر رحم کھایا، فوجی مدد بھی دی کہ جمہور کو کچلنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے اور وسائل اطلاعات (اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ) مسلمانوں کو ذہنی طور پر پسپا کرنے کا منصوبہ بند کام کرنے لگے، الجزائر کے بعد اب ملیزیا میں اس طرح کی صورت حال پیش آنے والی ہے، خطرہ کی نشاندہی (پائنیر لکھنؤ) کے مشیر تحریر "سونندا ڈیکارے" نے ۱۰ اگست کے شمارہ میں ایک سنسنی خیز تجزیہ کی شکل میں پیش کی ہے۔

جہاں تک اس ملک کا تعلق ہے یہاں کی بڑی سیاسی پارٹیوں کے پاس مقبولیت حاصل کرنے اور اس کو بڑھانے کا ایک ہی ذریعہ رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کی نسل کشی اور اس ملک سے اسلام کی بیخ کنی کے عزائم کا اظہار جو جس قدر زور وشور سے کرے گا وہی سب سے بڑا لیڈر ہوگا اور اس کی پارٹی سب سے بڑی پارٹی ہوگی۔ ہر وہ بات جو مسلمانوں کو تیر کی طرح لگے، جس سے وہ جلیں کڑھیں اور جس سے ان کی ہمت پست ہو اس کو اچھالنا اور شہرت دینا ایک فیشن ہوگیا وہ معمولی سے معمولی خبر اور حقیر سے حقیر واقعہ کو بین الاقوامی انداز کی اہم ترین خبر بنا کر پیش کرتے ہیں اور ہر ایسے کام جس سے مسلمانوں کی تعمیری جدوجہد کا پتہ چلتا ہو اس کو تحقیر کے ساتھ نظرانداز کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جس کا مشاہدہ آئے دن کیا جاسکتا ہے۔

۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء کے ٹائمس آف انڈیا کے صفحہ اول پر جس پر عام طور سے اہم ترین ملکی اور غیر ملکی سیاسی حوادث کی خبریں دی جاتی ہیں، ایک ضخیم عنوان کے تحت یہ خبر شائع ہوئی کہ حیدرآباد کے "علامہ" جن کی عمر ایک سو پانچ سال ہے اس بات کی مدعی ہیں کہ قرآن کو از سر نو تاریخ نزول کے اعتبار سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

غالباً اس خبر کی اشاعت کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو اکسایا جائے، وہ جلسے کریں جلوس نکالیں اور اس بدتمیزی کے خلاف احتجاج کریں تاکہ اس شخص کی اہمیت بڑھے وہ بھی رشدی اور تسلیمہ کی صف میں مرتے وقت سہی نامور ہی حاصل کرلے، اور اس کے ساتھ یہ بھی سازش ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کے مسائل میں الجھا دیا جائے تاکہ وہ اپنے تحفظ و بقا کے کاموں میں دلچسپی نہ لے سکیں، ورنہ ایک ایسی بات جو آج سے سو ڈیڑھ سو سال پہلے مستشرقین لکھ ہی نہیں چکے بلکہ بطور خود اس ترتیب پر اپنے ترجمے بھی چھاپ چکے ہیں، راڈویل، بیل، اور پامر کے انگریزی ترجمے تقریباً تمام یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں موجود ہیں اور شاید اس پیرناداں کو نہیں معلوم کہ ان سے زیادہ "ترقی یافتہ" بات عراق کا ایک یہودی جے این داؤد کرچکا ہے اس نے ترتیب رسول اور ترتیب نزول دونوں کو کالعدم کرکے اپنی ترتیب پر قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ قرآن میں شعریت اور نغمگی ہے لہٰذا جس سورت یا آیت میں اس کو اپنے یہودی مذاق کے مطابق زیادہ شعریت نظر آئی اس کو پہلے لکھا اور جو اس سے کم نغمگی کی حامل ہے اس کے معاندانہ ذوق میں اس کو بعد میں رکھا۔[1]

اب اگر ٹائمس آف انڈیا کے "دی مولانا" (The Moulana) کو سو برس عمر گوانے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی تو اس میں مسلمانوں کا کیا قصور اور اسلام کا کیا نقص ہے؟

اگر کوہ ہمالہ کے کسی نشیبی کھوہ میں کوئی جوہا جو کسی چٹان کے نیچے ایک پتھر کو دانت سے کترنے کی کوشش کر رہا ہو تو یہ ایک ایسی عالمگیر ہلچل مچانے والی خبر تو نہ ہوگی کہ اس کو اس درجہ اہم خبر بنا کر پیش کیا جائے کہ کوہ ہمالہ کی خیریت نہیں کیونکہ ٹائمس آف انڈیا کے "دی مولانا" نے اس پر حملہ کر دیا ہے۔

اور عین اس وقت جبکہ لکھنؤ میں متعدد صوبوں سے مسلم دانشور، علماء اہل رائے آکر جمع ہوں اور مسلمانوں کی تعمیری خدمت کا منصوبہ تجویز کر رہے ہوں وہ نظر نہ آئے۔ یہ صرف اس ملک کا حال نہیں ہے بلکہ آج دنیا کی بڑی بڑی نیوز ایجنسیاں جو اکثر و بیشتر یہودیوں کے تصرف ہی میں سب یہی کام اپنے اپنے طرز پر کر رہی ہیں اور لطف یہ کہ ان میں سے کوئی ناواقف اور نابلد نہیں ہے، لیکن بات وہی بات ہے جس کو قرآن حکیم نے اپنی معجزانہ بلاغت کے ساتھ دو لفظوں میں سمجھا دیا ہے کہ "فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور"۔ (الحج ۔ ۴۶)۔ ان لوگوں کی آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتی ہیں، بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

---

[1] اگر کوئی صاحب اس ترجمہ کی تفصیل چاہتے ہوں تو نگارشات ص ۲۴۴ قرآن کا ایک مذموم ترجمہ از۔ کاتب الحروف۔

غیرت ایمانی ہو تو عبرت بھی ہو

نواب مولوی محسن الملک علیگڈھ کالج کے سکریٹری تھے۔ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی منظوری کیلئے لارڈ کرزن وائسرائے کے محل میں گئے۔ ساتھ دو بیرسٹر لے گئے، مغرب کا وقت ہوا۔ تنہا وائسرائے لاج میں نماز پڑھی۔ ان بیرسٹروں نے وائسرائے سے کہا حضور! یہ مولوی صاحب دقیانوسی آدمی ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں۔ ہم لوگ بہت شرمندہ اور معافی کے خواستگار ہیں کہ انھوں نے یہاں نماز شروع کر دی۔ وائسرائے سگریٹ پیتا رہا۔ اور خاموش رہا جب محسن الملک صاحب نماز پڑھکر آئے تو وائسرائے کھڑا ہوگیا اور مولوی صاحب کو کرسی پر بٹھاکر پھر خود بیٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ سے دل بہت خوش ہوا وائسرائے لاج کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خدا کا نام لیا گیا۔ یہ بیرسٹر مسلمان ہیں یا منافق ہیں اگر آپ کی خاطر ملحوظ نہ ہوتی ان کو کان پکڑکر نکالی دیتا۔ جو خدا کی عبادت سے معافی طلب کر رہے ہیں ہم کو خوش کرنے کیلئے۔

(ماخوذ وصیۃ العرفان)

فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

یہ تقریر حضرت مولانا مدظلہٗ نے ۱۰ راکتوبر ۱۹۹۳ء کو انجمن تعلیمات دینیہ ضلع لکھنؤ کے زیر اہتمام مدرسہ مظہر الاسلام بلوہٹ پورہ شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں منعقدہ ایک روزہ دینی تعلیمی کانفرنس کے موقع پر فرمائی تھی۔ جس میں دارالعلوم کے ذمہ داران، اساتذہ و طلباء اور شہر کے ملی سماجی اور تعلیمی کام کرنے والوں نے شرکت کی۔

تقریر افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ ناظرین کی جا رہی ہے۔

ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰہک وٰالٰہ آبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھا واحدا ونحن لہٗ مسلمون ۝

میرے معزز و عزیز بھائیو! دوستو اور حاضرین مجلس! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے قرآن مجید پڑھنے کی سعادت آپ میں سے اکثر حضرات کو کہنا چاہئیے اور کہنے کا حق ہے، آپ سب حضرات کو حاصل ہوتی رہتی ہے اور بہت سے بھائی اس کا ترجمہ بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن بعض مرتبہ جو چیز بار بار نظر سے گذرتی ہے اس کا معاملہ بھی اگر بے ادبی نہ ہو تو کہوں کہ یہی ہے اور دوسرے مشاہدات کا بھی معاملہ یہی ہے کہ جو چیز سامنے بار بار آتی ہے، کتنی دکانوں کے سائن بورڈ ہیں جو ہر وقت نظر سے گذرتے رہتے ہیں اگر پوچھا جائے کہ فلاں بازار سے جس سے آپ روزانہ گذرتے ہیں اور کئی کئی بار گذرتے ہیں اس میں دائیں طرف کی دکان پر ایک سائن بورڈ لگا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے کہ ہم نے کبھی غور سے پڑھا نہیں یہ اکثر ان چیزوں کے ساتھ پیش آتا ہے جس سے واسطہ پڑتا رہے اور نگاہیں جس کی عادی ہوجاتی ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت جو پہلے ہی پارے کی آیت ہے اور اس کا ترجمہ عام طور پر قرآن مجید کے ترجمے میں موجود ہے، خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ ان مترجمین کو جزائے خیر دے وہ ان ترجموں کے ذریعے سے پڑھتے ہیں اور جو براہ راست عربی زبان سے واقف ہیں وہ خود ان کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت کم غور کرنے کی نوبت آئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس اہتمام کے ساتھ اگر یہ لفظ غیر شایان شان اور بے ادبی کے نہ ہوں تو میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کرنے کو کیوں ترجیح عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ جس کی شان یہ ہے کہ جو چیز بھی اس سے نسبت رکھتی ہے وہ ضروری ہے، معنوی ہے مناسب حال ہے، مناسب وقت ہے اور فطرت کا تقاضہ ہے اس میں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے اور بہت سے خطروں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غور نہ کرے تو کہے گا کہ ایک پیغمبر کے انتقال کے وقت کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس کی قانونی، علمی، تاریخی، تہذیبی اور معنوی طور پر کیا اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کا انتخاب فرمائے اور اپنے اس کلام میں جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور دنیا کے تمام کلمہ گو انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ باتوفیق انسان کو پڑھنا ہے، بار بار پڑھنا ہے تو اللہ تعالیٰ انہی چیزوں کا ذکر فرمائے گا جن میں غور کرنے کا مواد ہے، غور کرنے کا سامان ہے اور جن میں ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں ہیں دنیا میں سبھی دنیا سے جاتے ہیں سب جانیوالے ہیں، جتنی بھی زندگی ہے، بہرحال اس کو دنیا کو الوداع کہنا ہے، پیغمبروں کے لئے بھی یہی ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل: حضورؐ کا نام لیکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ کون ہیں؟ اللہ کے رسول ہیں قد خلت من قبلہ الرسل۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر تھے وہ دنیا سے چلے گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو بھی ایک مرتبہ دنیا کو الوداع کہنا ہے اور رخصت ہونا ہے اور اس مقام قرب میں جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر اور مختص فرمادیا ہے کہ اللہ کے ایک پیغمبر کے انتقال کا ایک واقعہ اس کو قیامت تک کے لیے کیوں دوام اور عمومیت بخشی جا رہی ہے

اور اس کو قابل توجہ قرار دیا گیا ہے، یہ سوچنے کی بات ہے مگر بہت سی چیزیں ہیں جو بہت آسان معلوم ہوتی ہیں اور ان میں کوئی ایسی عقدہ کشائی نہیں ہوتی تو ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے ہم میں سے اکثر لوگوں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ہم نے غور نہیں کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو کیوں بیان فرما رہا ہے۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو خطاب کر کے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) ام کنتم شھدآء اذ حضر یعقوب الموت کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا یہ قرآن مجید کا طریقۂ بیان اور خاص اسلوب ہے۔ جب کسی چیز کو مستحضر کرنا اور اسے آنکھوں کے سامنے لانا چاہتا ہے تاکہ وہ مشاہدہ بن جائے۔ تو اس طرح خطاب فرماتا ہے۔ کہ تم اس وقت تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا اُن کا دم واپسیں تھا۔ اذ قال لبنیہ، ما تعبدون من بعدی۔ جبکہ انھوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم مجھے یہ بتا دو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ اب یہیں سے آپ سوچئے کہ معاملہ ہے حضرت یعقوبؑ کا اور یعقوبؑ کون ہیں؟ یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ نبی کے بیٹے اور نبی کے بھتیجے حضرت اسمٰعیلؑ کے بھتیجے اور حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے ہیں، یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ، اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ اور ان کے والد نبی ہیں ان کے چچا نبی ہیں ان کے دادا نبی ہیں اور وہ کیسے نبی ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ جن کو اللہ اپنا دوست کہتا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں اسمٰعیلؑ جو سید الانبیاء، سید المرسلین خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد ہیں ان کے بھتیجے ہیں اور خود پیغمبر ہیں اور خود پیغمبر کے باپ بھی ہیں اور پیغمبر کی اولاد بھی ہیں یوسفؑ خدا کے پیغمبر ہیں ان کے صاحبزادے ہیں گیا ماحول ہے اس گھر کا۔ اس کا آپ ذرا خیال کیجئے

کسی عالم کے کسی شیخ وقت، کسی مصلح یہاں تک کہ کسی واعظ کے کسی پڑھے لکھے مسلمان کے متعلق بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ اپنے انتقال کے وقت یہ بات پوچھے گا اللہ تعالیٰ کا نام ان کو سکھلایا گیا ہے، کلمہ پڑھتے ہیں، اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، سب کے نام مسلمان کے سے ہیں اور پھر اس میں جو لوگ بلوغ کو پہنچ گئے ہیں یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، گھروں کے ماحول پر دینی فضا چھائی ہوئی ہے وہ مسجدوں میں جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ماں باپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنے گھر میں اللہ اور رسول ہی کا ذکر سنتے ہیں تو ان سے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ پوچھنے کی باتیں بہت ہیں اور سب جانتے ہیں اگر دنیا میں وصیت ناموں ہی کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا کتبخانہ تیار ہو جائے تاریخ اور ادبیات اور انسانی ضروریات اور انسانی تقاضوں کا ایک بہت بڑا مرقع سامنے آجائے یہ کام اگر کسی کو فرصت ہو تو یہ کر سکتا ہے کہ کتابوں میں مؤثر طبقہ کے لوگوں کی جو وصیتیں درج ہیں انکو جمع کر دے۔ علماء، مشائخ، مصلحین اور داعیوں، والیان ریاست اور اہل حکومت کی وصیتوں کو یکجا جمع کرے تو انسانی احساسات اور انسانی عقل و دانائی کا اور اپنی اولاد سے ورثاء سے تعلق کا ایک ایسا نقشہ سامنے آجائے کہ اس سے نفسیات انسانی کے بڑے عجائبات کے انکشافات سامنے آجائیں اور معلوم ہو کہ انسان میں قدر مشترک کتنا ہے ان کی وصیت اکثر نہیں سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے کی۔ یہی دیکھے گا، بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ دیکھو سب سے زیادہ جو کان میں پڑی ہے اور کتابوں میں دیکھی ہوئی ہے کہ جانے والے باپ نے صبر کرنیوالے بانپے جو دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور پا بہ رکاب ہے اس نے اپنے بچوں کو جمع کیا سب شریف زادے سب اچھے خاندان کے لوگ اور ان میں کئی پڑھے لکھے اور ان میں کئی تربیت یافتہ ان سے عام طور پر ہم نے جو کتابوں میں دیکھا وہ یہ کہ ان سے کہدو کہ ٹیٹو لڑنا جھگڑنا نہیں اتحاد کے اور شرافت کے ساتھ رہنا یا یہ ملتا ہے کہ دیکھو بیٹو، فلاں جگہ میں نے رقم دبا رکھی ہے تمہارے لئے۔ ابھی تک بتایا نہیں تھا۔ فلاں جگہ تم کھودنا تم کو وہاں خزانہ ملے گا۔ وہاں دفینہ ہے یا یہ کہا کہ دیکھو ہمارا اتنا قرض دوسروں پر آتا ہے لکھ لو اس کو فلاں فلاں آدمیوں کے ذمہ ہماری اتنی اتنی رقم ہے اس کو وصول کر لینا اور یہ دستاویز ہے ان کا اقرار نامہ یہ دکھانا یا بہت زیادہ اگر احتیاط اور تقویٰ ہوا ہو تو یہ کہا کہ دیکھو بیٹو۔ میرے بچو اور میری آنکھوں کے تارو! اور پیارو! مجھ پر تمہارے باپ پر اتنے لوگوں کا مطالبہ ہے، قرض ہے۔ اور اس کو بھولنا نہیں، جن کو بہت خدا کا ڈر ہے متقی لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں یہ کس طرح کی وصیت ہے سوچئے آپ ذرا سا اپنے ذہن کو حاضر کر کے اور اس وقت کو سامنے لا کر۔ یہ ہیں کون جن سے بات ہو رہی ہے یہ نبی زادے ہیں ولی زادے نہیں ولی زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، بزرگ زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، عالم زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں۔ تو اس پر ہمارا ایمان ہونا چاہیئے اگر ہمارا ایمان اس پر نہیں تو ہمارا ایمان ناقص ہے کہ پیغمبر زادے ہیں ان سے بڑھکر اس وقت نوع انسانی میں کسی کو نہیں کہا جا سکتا ہے، اور پوری روئے زمین پر ان سے بڑھکر قابل احترام قابل محبت اور قابل اعتماد کوئی اور انسانی مجموعہ نہیں ہو سکتا۔ نبی کے بیٹے، نبی کے بھتیجے، نبی کے پوتے سب کے سب ہیں۔

اور انھوں نے اپنے گھروں میں دیکھا کیا ہے۔ اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ نمازیں ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا رہا ہے ذکر ہو رہا ہے دعاؤں میں رویا جا رہا ہے، اپنی ماؤں کو دیکھا انھوں نے کہ بڑے گڑگڑا کر اپنے لئے ان کیلئے دعائیں کر رہی ہیں اور ان گھروں میں خدا کے نام کے سوا کوئی نام نہیں لیا گیا۔ سنا ہی نہیں انھوں نے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ہے اور اس کائنات پر اثر رکھتا ہے اور وہ نفع و ضرر کا مالک ہے اور اس سے کچھ مانگا جا سکتا ہے، کچھ اس سے امیدیں کی جا سکتی ہیں، توحید کے سوا کوئی عقیدہ، نماز روزہ کے سوا کوئی عبادت۔ اور اللہ کے خوف و محبت کے سوا انھوں نے کوئی دعوت سنی ہی نہیں لیکن کیا بات ہے۔

ع عشق است و ہزار بدگمانی

جب یقین ہوتا ہے، آدمی کو اہمیت ہوتی ہے کسی چیز کی تو وہ پھر معقولات اور عقلی چیزوں اور مفروضات اور قیاسات پر عمل نہیں کرتا یہی فرق ہے اگر آدمی بیمار ہے واقعی بیمار ہے تو وہ ساری احتیاطیں اٹھ جاتی ہیں کتنا ہی وہ غیور ہو اور کتنا ہی وہ خوددار ہو، کتنا ہی وہ ضابط ہو، کتنا ہی صابر اور متحمل ہو وہ کہدیتا ہے اپنے لڑکوں سے اپنے عزیزوں سے کہ ہمیں یہ تکلیف ہے ڈاکٹر کو بلا لو، حکیم کو دکھاؤ اسی طریقے سے اگر کوئی بھوکا ہوتا ہے واقعی اگر بھوک ہے تو پھر وہاں پر غیرت نہیں چلتی کہ ہم کس منہ سے کہیں کہ کھانا لاؤ، کھانے کا وقت ہو گیا ہے، بڑے بڑے امیر زادے امیر اور نواب زادے اور والیان ریاست اور حکام، اور جوان سب چیزوں سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں وہ بھی ایسے موقع پر اپنی بھوک کا احساس ظاہر کر دیتے ہیں تو سارا معاملہ اہمیت کے احساس کا ہے تو بتایئے کہ حضرت یعقوبؑ نے کیوں اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کیا ان سے پوچھا۔

آخری وقت اور تھوڑا ہی وقت ہے۔ بات کرنے کا۔ اس کو اس دنیا سے جانے والے خود بھی سمجھتے ہیں اور وہ خدا کا پیغمبر مُلْهَمٌ مِنَ اللّٰہ ہوتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو کیوں نہ اس کا احساس ہو گا کہ بس اب چند ہی منٹ کے بعد دنیا سے رخصت ہونیوالا ہوں ان بیٹوں، پوتوں کو بلا کر ان سے بات کرنے کی بات کیا ہو سکتی تھی تو ہماری سمجھ میں تو یہی آتی ہے اور یہ ہم نے دیکھا کہ کتابوں میں وصیت ناموں میں جانیوالے کے گفتگو کے ریکارڈ اگر ہوں تو ریکارڈ ورنہ جن لوگوں نے دیکھا ہے جن کو اتفاق ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ یہی کہا گیا ہے کہ دیکھو بھائی مل جل کر رہنا صلح و آشتی کے سلیقے اور تہذیب کے ساتھ رہنا اپنی ماں کا حق جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں خیال رکھنا، عزیزوں کا خیال رکھنا، صلہ رحمی کا خیال رکھنا ہے۔

ہزاروں برس سینکڑوں برس سے یہ دور چل رہا ہے کہ ایسے موقع پر ان باتوں کا اطمینان حاصل کیا جاتا ہے لیکن کیا بات ہے بات یہی ہے کہ جو دل سے لگی ہوتی ہے جس کی اہمیت ہوتی ہے، اور جس کو آدمی فیصلہ کن سمجھتا ہے، جس کو سمجھتا ہے کہ یہ چیز دائمی سعادت یا دائمی شقاوت کا سبب ہے اس کی طرف پہلے توجہ کرتا ہے، سارا معاملہ کسی چیز کے انتخاب میں اہمیت کے احساس کا ہے، ہماری پوری زندگی اس پر چل رہی ہے اور یہ دینی تعلیمی کونسل خود اس حقیقت شناسی پر قائم ہوئی ہے۔ اور پچاس کام ہیں ملت کے ہم ان میں سے کسی کے اہمیت کا انکار نہیں کرتے، میں گنہگار جو آپ سے بات کر رہا ہوں۔ خود بھی میری زندگی ایسی ہے جس سے لوگ واقف ہیں میں کتنی انجمنوں کا ذمہ دار ہوں بعض میں شریک ہوں ——— تعریف کے لئے میں نہیں کہتا رابطہ ادب اسلامی ہے اس کے اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ہے اور پرسنل لا بورڈ ہے اور ایسے اور بھی کئی ہندوستانی اور ہندوستان سے باہر کی تنظیمات سے میرا تعلق ہے لیکن میں دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دین و ایمان کی حفاظت، دین و ایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس پر غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رخصت ہونے کے کام کو۔ سب سے زیادہ اہمیت دیں اس کے لئے اس سے بہتر واقعہ نہیں ہو سکتا جو میں نے آپ کو سنایا یعقوبؑ نے اپنے بچوں کو ان کے پوتے بھی ہوں گے اس لئے کہ بڑی عمر میں ان کا انتقال ہوا ہو گا اور اس زمانے میں بھی لمبی عمریں ہوتی تھیں گھر بھرا ہو گا اس میں بیٹے، پوتے، نواسے، بھانجے بھتیجے ان سب کو شامل سمجھئے عربی کا لفظ لِبَنِیْہِ جو ہے ان سب پر مشتمل ہے۔ تو ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت، کیا اے قرآن کے پڑھنے والو! کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا اور موت سامنے آکر کھڑی ہو گئی گویا بالکل دم واپسیں تھا اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی) انھوں نے اپنے بچوں سے کہا کہ بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! لخت ہائے جگر! نور نظر! یہ بتا دو ایک بات میں سننا چاہتا ہوں، ایک بات کا اطمینان لیکر دنیا سے جانا

چاہتا ہوں، کوئی بات قرآن میں اس کے علاوہ کہی نہیں گئی اور ان کی تاریخ میں اور سیرت میں بھی نہیں ملے گی اور صحف سماوی میں بھی نہیں ملے گی کہ انھوں نے اس وقت جب بالکل یہ سمجھئے کہ چند سانسوں کا معاملہ تھا۔ کتنی سانسیں اور باقی ہیں ما تعبدون من بعدی کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے سر کس کے سامنے جھکاؤ گے میں آپ سے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ گویا بالکل دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں کہ دنیا میں یہ بات کوئی شخص بھی کہیں کہے گا اور یعقوبؑ نے یہ بات کہی، تو قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا تو اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس کے جواب میں پہلے انھوں نے یہ کہا ہوگا۔ لیکن غیرت توحید نے اور نبوت کے شرف اور اعزاز نے اس کی وجہ سے اس کا محل نہیں تھا کہ کوئی بیچ میں بات اور آتی، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کا جواب نقل کر دیا یعنی خدا کی خود سے جو توحید کی وحدانیت ہے اس نے گوارہ نہیں کیا کہ انکے سوال ان کے جواب کے درمیان کوئی اور بات آجائے مگر میں قیاساً کہتا ہوں کہ بالکل ممکن ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے آپ نے ہمیں سکھایا کیا تھا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا اور اس گھر میں ہوتا کیا ہے اور ہم کس کی اولاد ہیں، ہماری رگوں میں کس کا خون ہے بتائیے آپ میں سے کون سا خاندان ہے دنیا میں، ایشیا افریقہ اور یورپ امریکہ کا کیا ذکر ہے خالص اسلامی ممالک میں حجاز میں یہاں تک کہ میں کہتا ہوں کہ حرمین شریفین میں اور خاص مکہ معظمہ میں اور خاص بیت اللہ کے سائے میں اور خاص مدینہ طیبہ میں اور مسجد نبوی کے سائے میں کون سا خاندان اسکو اس سے زیادہ یہ کہنے کا حق تھا کہ ہم سے پوچھنے کی بات ہے یہ معمولی معمولی خاندان والے کہہ سکتے ہیں، حضرت یعقوب کا خاندان کیوں نہ کہتا تو بالکل ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ انھوں نے کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان آپ ہم سے یہ پوچھتے ہیں آپ نے ہمیں سکھایا کیا ہے ہمارے متعلق خطرہ کیوں آپکو پیدا ہوا۔ لیکن بھائی ؎

عشق است و ہزار بدگمانی

جب کسی کو کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے تو وہ عقلیات مفروضات پر نہیں چلتا اور پھر وہ رسم و رواج پر بھی نہیں چلتا وہ بالکل اس وقت کے قرائن اور اس وقت کے قیاسات سب سے بالاتر ہو کر وہ بات کرتا ہے جو اس کے دل سے لگی ہوتی ہے سارا معاملہ دل سے لگے ہونے کا ہے اور آج مسلمانوں میں جو کمی ہے اور جس کی وجہ سے دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی جس کی وجہ سے یہ جلسہ بلایا گیا اور جس کی وجہ سے جا بجا جلسے اور دورے ہوتے ہیں وہ سب اس وجہ سے کہ یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہیئے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس بات کی جو اہمیت ہونی چاہیئے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں ہے یہ بات میری طرف منسوب کر کے کہی گئی ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کہا کہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اگر مسلمان اپنے بیٹے کو (اور میں نے کہیں کہا بھی ہے) اپنے بیٹے کو معاف کیا جائے، مجھے کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کی طرف جاتے ہوئے کسی پیڑ کے نیچے جھکتے ہوئے، کسی بڑے مجسمے کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے اور سر جھکاتے ہوئے دیکھے خواب میں۔ تو چیخ اٹھے اور سارا گھر جمع ہو جائے اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے خیریت ہے کیا دیکھا آپ نے۔ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا یا آپ نے کوئی بھوت پریت وغیرہ دیکھا نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے یہ دیکھا کہ میرا بیٹا غیر اللہ کے سامنے سر جھکا رہا ہے، غیر اللہ کے آگے ایسے ادب سے کھڑا ہوا ہے جو توحید کے خلاف ہے اور غیرت اسلامی کے خلاف ہے یہ ہونا چاہیئے۔ سارا معاملہ اس وقت یہ ہے جس کے لئے ساری کوشش کی جا رہی ہے میں اس بارے میں معتبر گواہ تسلیم کیا جا سکتا ہوں کہ شروع سے اس کے کارکنوں میں اور خادموں میں ہوں اور اس کا نقشہ بنانے والوں میں ہوں۔ کہ سارا ڈر جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے جو اصل اس کوشش کا باعث ہے اس پریشانی اور فکرمندی کا۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے کہ ہماری اولاد اب کس کے سامنے سر جھکائے گی اور کس کو اس کائنات کا خالق و مالک مانے گی کس کو نفع و ضرر کا مالک مانے گی۔ کس کو قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا مانے گی اور کس سے حقیقی طور پر سب سے ڈرے گی، یہ بات جتنی مسلمانوں کے دل سے لگی ہونی چاہیئے تھی لگی ہوئی نہیں ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور سارا معاملہ دل کے تأثر کا اور دل کو اہمیت دینے کا ہے، یہ ساری کائنات، ساری سیاست، سارا نظم مملکت اور یہ ساری جو سرگرمیاں ہیں انسانوں کی وہ سب درجے کے یہ پہچاننے پر لگی ہوئی ہیں ان سب کا جو مرکزی نقطہ ہے کہ کون سی چیز کتنی اہم ہے کون سی چیز کتنی توجہ کی مستحق ہے تو صاف آپ سے کہتا ہوں کہ سارا ڈر ہندوستان میں جو پیدا ہو گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے تھی وہ لگی ہوئی نہیں ہے۔ ہماری اولاد، ہمارے بیٹے، ہمارے پوتے، ہمارے بھتیجے، بھانجے ہمارے خاندان کے افراد، ہمارے باپ کس دین پر

رہیں گے اور کس کو خدائے واحد مانیں گے اور ان کے کیا عقائد ہوں گے اور کیا وہ اسلام پر زندگی گذاریں گے اور اسلام ہی پر وہ دنیا سے جائیں گے اور ان کی وفات ہوگی یا وہ کسی اور دین کو کسی اور عقیدہ کو اختیار کریں گے یہی بات ہے کہ جتنی فکر ہونی چاہیئے تھی نہیں رہی۔ مسلمانوں میں کمزور پڑ گئی ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور یہی مضر ہے یہی وہ دہانہ ہے کہ جس سے سارے فتنے آسکتے ہیں، ساری اعتقادی گمراہیاں آسکتی ہیں، ساری بداعمالیاں آسکتی ہیں اور ارتداد آسکتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور یہ لفظ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن اسی راستے سے ارتداد آیا ہے اور اسی راستے سے ارتداد آسکتا ہے کہ وہ اہمیت وہ مقام اس کو نہیں دیا گیا، آئندہ نسل کے مستقبل اور آئندہ نسل کی سیرت و اخلاق اور آئندہ نسل کے عقیدے اور اس کے دین کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت تعلیم کو دی گئی ہے، جو اہمیت امتحانات پاس کرنے کو دی گئی ہے، جو اہمیت صحت کو دی گئی ہے۔

آپ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کے واقعہ پر غور کیجیے، یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خضرؑ ایک بچے کو ختم کر دیتے ہیں وہ ایک معصوم بچہ ہے جس کی جان لے لیتے ہیں قرآن میں کیوں بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اس واقعہ کو دیکھتے ہیں اور یہ واقعہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ واقعات جو بیان کئے گئے ہیں جو اسوہ بن سکتے ہیں جس پر عمل ہو سکتا ہے لیکن کوئی فقہی مسلک (یعنی ہمارے چاروں فقہی مسلک) بھی اور حدیث و سنت بھی اور کوئی عالم کوئی مفتی اس کا جواب نہیں دے سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج بھی یہ ہو سکتا ہے حرام ہے کسی بچے کی جان لینا، لیکن حضرت خضرؑ جان لیتے ہیں اور موسیٰؑ کے سامنے جان لیتے ہیں اور قرآن مجید اس کا ذکر کرتا ہے حالانکہ اب اس پر عمل نہیں ہو سکتا ہے کیوں؟ تاکہ معلوم ہو کہ ایمان اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کے لئے اللہ کے ایک ولی بندے نے خدا کے ایک نبی بندے کے سامنے جو صاحب شریعت ہیں اس کے سامنے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جب انھوں نے پوچھا کہ ارے یہ تم نے کیا کیا تو کہا کہ یہ فتنہ بننے والا تھا اگر یہ زندہ رہتا تو اپنے خاندان کے لئے فتنہ بنتا اسکو کفر پر ڈال دیتا یہ سوچنے کی بات ہے۔ یہ واقعہ کیوں اللہ تعالیٰ نے سنایا؟ اور قرآن مجید میں سو قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب ہے [illegible] یوں بیان کیا تاکہ مسلمان یہ سمجھے کہ ایمان کی یہ قیمت ہے۔

تو اصل جو مرض اس وقت مسلمانوں کا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی جو اہمیت ہونی چاہیئے اور جیسے بہت ہی دل پر پتھر رکھ کر اور دل کو تھام کر کہہ دیا گیا۔ اور معذرت کے ساتھ کہ اس کو اس کی زندگی پر بھی ترجیح دے واقعی ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ میں صاف کہتا ہوں کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ والدین اپنے لڑکے کی زندگی پر ترجیح دیں اس کے باایمان ہونے کو اور جو حضرت خضرؑ کا میں نے واقعہ سنایا وہ یہی بتاتا ہے تو یہ حضرت یعقوبؑ کا قصہ کیوں اللہ نے سنایا اور اس اہتمام کے ساتھ (ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت) کیا تم اس وقت موجود تھے، یعنی اللہ تعالیٰ منظر سامنے لا رہا ہے کہ جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا تو بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو یہ بتا دو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کروگے، تو میں کہتا ہوں کہ یقیناً کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔ ارے ہم سے آپ پوچھ رہے ہیں۔ یہ تو کہیں کافر قبیلے سے پوچھا جائے اور ہم کون ہیں، ہم آپ کے پروردہ آپ ہی کے جگر کے ٹکڑے آپ ہی کے جسموں کے ٹکڑے ہیں اور ہمارے متعلق تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے کہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت توحید نے اتنا فصل بھی گوارہ نہ کیا کہ ان سوال و جواب کے درمیان فوراً نقل کر دیا کہ۔ نعبد الٰھک و الٰہ آبائک اے ابا جان دادا جان ہم آپ کے باپ کے آپکے چچا کے آپ کے دادا کے معبود کی عبادت کریں گے اور کس کی کریں گے۔ اور انھوں نے کہا کہ میں یہی سننا چاہتا تھا۔ میری پیٹھ قبر سے نہ لگتی جب تک کہ یہ اطمینان لیکر نہ جاتا بس آج مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کے باایمان ہونے اور توحید کے قائل ہونے، توحید خالص کا قائل ہونے صاف کہتا ہوں کہ خدا کے سوا نہ فرشتے اور نہ اولیاء اللہ، نہ خدا کے پیغمبر، نہ قطب ابدال کوئی کسی کا اس ملک میں اللہ کی سلطنت میں کوئی کسی کا تصرف نہیں ہے (الا للہ الخلق والامر) یاد رکھو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے چلانا اس دنیا کو نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے نہ تسخیر بنا بگاڑ سکتا ہے، تمام اولیاء اللہ سر آنکھوں پر ان کے حالات اور ان کے کمالات جو مقام ہے وہ لوگ جانتے ہیں جنھوں نے کم سے کم میری کتابیں ہی پڑھی ہیں۔ بزرگان دین کے حالات لکھنے کی سعادت ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی ہیں، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی ہیں اور محبوب الٰہی اور پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی ہیں شاہ ولی اللہ بھی ہیں اور آپ کے اس اطراف کے اودھ کے اولیاء اللہ میں سے مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی بھی ہیں اللہ نے توفیق دی ہم نے ان کے حالات مناقب لکھے لیکن یہ عقیدہ اپنی جگہ پر ہے کہ اس دنیا کا چلانے والا واحد خدا ہے

(اُلاله الخلق والامر) وہی نفع وضرر کا مالک ہے وہی زندگی اور موت کا مالک ہے وہی اولاد دینے والا اور روزی دینے والا ہے اور قسمت بگاڑنے اور بنانے والا ہے جس کا سارا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل میں ایمان کی اور عقیدۂ توحید کی وہ اہمیت پیدا ہو جائے وہ سب گوارہ کرے اور یہ گوارہ نہ کر سکے کہ میرا بیٹا میرا بھتیجہ میرا پوتا۔ یہ جس پر میرا اختیار ہے وہ غیر اللہ کو اس مملکت میں اس دنیا کے کارخانۂ عالم میں شریک سمجھتا ہے۔ یہ بات نہ ہو اور جو کچھ خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس وقت نصابی کتابوں سے اور ہیتھالوجی تک اس میں داخل ہو گئی ہے۔ ہندو دیومالا اس میں داخل ہو گئی۔ یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا بچہ نام بھی اس کا اسلامی ہو اور لباس بھی ان کا مسلمانوں کا سا ہو اور اردو زبان بھی جانتا ہو اور ادب بھی کرتا ہو اور مہذب بھی ہو اور ذہین بھی ہو لیکن توحید کے بارے میں اس کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کے اندر کوئی نہ کوئی ہندو دیومالا کی بات بیٹھی ہوئی ہو، کرشن جی بھی ایسا کر سکتے ہیں گنیش جی بھی ایسا کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ قصے پڑھے گا اور میں نے درسی کتابوں میں دیکھا ہے کہ سب جمع ہوئے اور کہا کون سب سے بڑا دیوتا ہے انھوں نے کہا جو اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگا لے میں نے پڑھا ہے اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگا لے۔ گنیش جی اٹھے اور دنیا کا چکر لگا کر آگئے انھوں نے کہا کہ یہ بڑے ہیں ساری ہندو میتھالوجی اور اس کے علاوہ جو گریک میتھالوجی تھی، رومن میتھالوجی تھی وہ سب مشرکانہ خیالات سے بھری ہوئی تھی تو بچوں کا یہ نصاب پڑھنا اور گھروں میں اس غیرت کا نہ ہونا اس غیرت توحید کا نہ ہونا اور اس ایمان کی قیمت کے احساس کا نا انصافیاں ہوئی ہیں اور جو واقعات پیش آئے ہیں وہ چیز مجھ سے مخفی نہیں اور ان کی جتنا ہو سکا اس دائرے میں توجہ بھی کی گئی لیکن یہ مسئلہ اولین مسئلہ ہے اسی کے لئے آپ کو یہاں بلایا گیا ہے اور وہی آپ پیغام لیکر جائیں گے کہ پہلے بچوں کا ایمان اور ان کے ایمان کی درستگی ان کے عقیدے کی درستگی، ان کا اسلام پر صرف قائم ہونا نہیں فخر کرنا اور اس پر جینے اور مرنے کی آرزو و دعا کرنا انہی کی نہیں بلکہ والدین کا بھی دعا کرنا کہ اے اللہ ہمارے اس بچے کو ایمان پر سلامت رکھ اور ایمان پر دنیا سے اٹھا یہ ضروری ہے۔ یہی پیغام ہے اور یہی دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے قیام کا مقصد ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(بقیہ) تحریک پیام انسانیت

کے دفتر کا قیام عمل میں آگیا۔ اور یہ بھی طے پایا کہ انشاء اللہ مستقبل قریب میں یعنی اکتوبر، نومبر یا دسمبر کی کسی تاریخ میں تحریک پیام انسانیت کا ایک عظیم الشان اجلاس بمبئی میں ترتیب دیا جائے اور جملہ باشندگان شہر کے سامنے اپنی بات کو کھل کر پیش کر دیا جائے۔

اس کام میں دلچسپی اور مناسبت رکھنے والے افراد کو دعوتِ فکر و عمل دی جاتی ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو پیش کریں اور اس تحریک کو جلسے ہوئے اور خونفرده شہر کے گلی کوچوں تک عام کریں۔ تحریک پیام انسانیت کا ہلکا پھلکا اور دل کو چھو لینے والا اردو، انگریزی، ہندی اور مراٹھی کا لٹریچر یہاں موجود ہے، ملاقات کے لیے بہتر وقت شام کا ہے نوجوانوں اور فعّال کارکنوں کی ایک ٹیم موجود رہتی ہے جو تحریک پیام انسانیت کے علاوہ دیگر تعلیمی امور میں بھی نوجوانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ابھی تک آزادی نہیں ملی

مولانا واضح رشید ندوی، ایڈیٹر "الرائد" ندوۃ العلماء

ترجمہ: محمد احمد (متعلم دارالعلوم)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ایسے قدیم موضوع کو جس کی خوب چھان بین کی گئی ہو، اور اس کے اسرار و رموز کو جاننے کے لئے بے دریغ مال خرچ کیا گیا ہو، اس کی تحقیق و تدقیق کے بہتر سے بہتر طریقے اختیار کئے گئے ہوں، بار بار کریدنے اور چھیڑنے سے اس کی اصلیت مجروح ہو جاتی ہے، اور پھر لوگوں کے ذہنوں میں اس کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات سر اٹھانے لگتے ہیں۔

بعینہٖ یہی حال واقعاتِ زندگی و حوادث کا ہے کہ جب ان کا وقوع زیادہ سے زیادہ ہونے لگتا ہے تو لوگوں کے اندر اس کو جھیل لینے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، اور مشکلیں آسان معلوم ہونے لگتی ہیں، یہاں تک کہ کوئی مجرم جس کا جرم خواہ کتنا ہی شنیع کیوں نہ ہو، جب اس کی بہت زیادہ مذمت کی جاتی ہے، اور اس کو سزا دینے میں تشدد سے کام لیا جاتا ہے، تو طبعی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے محبت و رحمت کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں بہت سے باضمیر انسان اس کی نصرت اور دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

یہی قصہ جھوٹ و افترا پردازی اور غلط بیانیوں کا ہے کہ ان کی شناعت اور قباحت پر سب کا اتفاق ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں، کہ انسانی ضمیر خواہ کتنا ہی مر چکا ہو، اور وہ گناہوں کے خواہ کتنے ہی خوگر ہو گئے ہوں اور کذب و افترا، مکر و فریب کے ساتھ وہ کتنا ہی نرم گوشہ رکھتے ہوں لیکن جب معاشرہ کے اندر کوئی بھی انسان جھوٹ افترا پردازی اور جعل سازی، مکر و فریب میں حد سے گذرنے لگتا ہے تو ایسے لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کے ہی عمل پر نکیر کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت نے اتنی ترقی کی ہے، اور اس کا دائرہ عمل اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ دنیا کا ہر گوشہ اس پر عیاں ہے اور ہر گوشہ میں اس کی پہونچ ہے، وہ جس واقعہ کو چاہے اس کا واقعی منظر پیش کر سکتا ہے، اور جس پر پردہ ڈالنا چاہے، وہ کتنا ہی اہم ہو پوشیدہ رہ جاتا ہے، لیکن اپنی اس وسعت اور ترقی کے باوجود بھی وہ عالم اسلامی اور مسلمانوں کی تصویر کشی میں اپنے ان پرانے خطوط پر قائم ہے، جن کو صدیوں پہلے اسلام دشمن طاقتوں نے تیار کیا تھا۔

چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت اس کے خزانۂ خیال میں سوائے برائیوں کے اور کوئی چیز نہیں پائی جاتی، جبکہ ان ذرائع کے اجارہ داروں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سیکولرزم، آزادی رائے اور زندگی کے میدان میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے علمبردار ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ واقعے کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ ان کے عملی کردار سے وہی قدیم صلیبی ذہنیت اور اسلام دشمنی اور مغرب کی بربری تصویر کی جھلک ظاہر ہوتی ہے، مسلمانوں پر یہ الزام ہے کہ یہ غور و فکر اور تدبر کے بجائے جذباتیت پر عامل ہیں، دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن جو لوگ مسلمانوں کو یہ الزام دیتے ہیں، وہ خود اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھیں، اور اپنا محاسبہ کریں کہ وہ خود کتنی سمجھ بوجھ کے مالک ہیں اور دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کی حقیقت سے کتنے آگاہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ یا تو مسلمانوں کے متعلق کچھ جانتے نہیں یا وہ حقیقت حال کو سمجھنے سے قاصر ہیں، یا تو اپنی سامراجی قوت اور ذرائع ابلاغ پر زیادہ اعتماد کر کے حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔

اور وہ اقلیت و اکثریت اور طاقت اور ضعف کے پرانے تصورات پر قائم ہیں، وہ مسلمانوں کے جذبات، ان کے احساسات اور ان کے اقدار و مقدسات کو اب اسی سامراجی ذہنیت سے دیکھتے ہیں، اسی طرح بلندی سے اور قوت کی زبان سے خطاب کرتے ہیں، جس طرح ۵۰ر سال پہلے خطاب کرتے تھے، اور اسی نادانی یا تجاہل عارفانہ کا شاخسانہ ہے کہ اسلامی مقدسات ان کے زہرناک خنجر سے زخمی ہوتے رہتے ہیں، اور اس پر جب مسلمان اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی غیرت بھڑکتی ہے تو ذرائع ابلاغ کے اجارہ داروں کو حیرت ہوتی ہے کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں، ان کو خاموشی سے اپنی ذلت برداشت کرنی چاہئے، ان کو تعجب ہوتا ہے کہ اچھا یہ مسلمان جو ہمارے محکوم تھے اور اب بھی اقتصادی اور سیاسی اور تعلیمی میدان میں ہمارے محتاج ہیں، اپنی رائے کا اظہار کرتے

ہیں، اسی لئے یہ دیکھنے میں آتا ہے، کہ "جب بھی کوئی بے ضمیر شخص اپنی شہرت یا مادی مفادات کے لئے اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات کہتا ہے جو دشمنان اسلام کے فکر و خیال سے ہم آہنگ ہوتی ہے تو اس کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے، اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو خاموش رہنے بلکہ اس کے پراگندہ خیالات کو قبول کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، اور اس کے ان خیالات کو اکتشاف کا درجہ دے کر ان کی عالم گیر پیمانے پر تشہیر کی جاتی ہے، اور اس کو دنیا کا اتنا بڑا ہیرو قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے آگے عالمی فٹ بال کپ کا ہیرو بے وزن معلوم ہونے لگتا ہے، اور ذرائع ابلاغ کے دروازے اس کی حفاظت کے لئے اور اس کے دفاع کے لئے کھل جاتے ہیں، اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو قدامت پسند، تنگ نظر قرار دیا جاتا ہے"

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتوں کے حقوق کو جتنا اجاگر کیا گیا ہے، کسی اور مذہب میں ان حقوق کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی ہے اس موضوع پر بے شمار کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، مختلف زمانوں میں یہ مسئلہ زیر بحث رہ چکا ہے لیکن آج بھی اس مسئلہ کے بارے میں دنیا کے کسی حصہ میں اگر کہیں کوئی گفتگو چھوڑا جاتا ہے تو یہ مسئلہ میڈیا کی دلچسپی کا موضوع بن جاتا ہے، اور پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر مظلوم ہے تو صرف مسلم سماج میں۔

قرآن و سنت، تاریخ اسلامی اور مسلمانوں کو ہدف بنا کر طرح طرح کے بے سر و پا الزامات عاید کئے جاتے ہیں، اسی دوران دوسرے سماج میں عورتوں پر کتنا ہی ظلم ہو، وہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے اسی طرح اگر کہیں مسلمان زوجین میں کوئی ناخوشگوار بات پیش آجاتی ہے تو میڈیا اس کو لے اڑتا ہے اور غیر اسلامی افکار کے حامل اہل قلم اپنی قلمی توانائیاں صرف کرنے لگتے ہیں، اور بغیر کسی رعایت و پاسداری کے مسلمانوں کے مقدسات پر اُن کے قلمی توپوں کے دھانے کھل جاتے ہیں، اور مغرب و مشرق کی ساری زیادتیاں، بے حیائیاں اور عورتوں کے استحصال کے واقعات اور زوجین کی کشمکش کی داستانیں خیالی معلوم ہونے لگتی ہیں، اس طرح کے جارحانہ دیکھ طرفہ معاندانہ اقدامات سے مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا طبعی بات ہے، اور فطری طور پر ان کے اندر اس کے نتیجہ میں ردعمل پیدا ہوتا ہے، لیکن اس ردعمل کے ذمہ دار مسلمان نہیں ہیں، بلکہ وہ غیر منصف اہل قلم ہیں جو اپنے جارحانہ رشحات قلم سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہونچاتے رہتے ہیں۔

تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی موجودہ تہذیب کو یہ دعویٰ ہے کہ اس کی بنیاد انسانیت نوازی، بقائے باہم، صلح و آشتی، آزادی رائے، اور عقیدہ و عمل کی آزادی پر ہے، جس کی رُو سے ہر انسان کو یہ استحقاق ہے کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے لئے جو طریقہ چاہے اختیار کرے، ایک طرف اس کا یہ دعویٰ ہے، دوسری طرف اسی تہذیب نو کے علمبردار اور مغربی میڈیا مسلم ملکوں کی اکثریت کے جذبات کو کچلنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور انہیں کے ملکوں میں ایسے نظام اور قوانین کے نفاذ کے خواہاں رہتے ہیں جو مسلمانوں کے دینی میلانات و رجحانات سے بالکل میل نہیں کھاتے اور اگر مسلمان اس کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں تو اس کو سختی سے کچلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور مغربی میڈیا و مغربی حکومتیں اپنی تابعدار حکومتوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ ان مسلم عوام کو سختی سے کچل دیا جائے۔

بین الاقوامی اور عالمی ذرائع ابلاغ کے اسلام کے ساتھ اس معاندانہ رویہ سے مسلمانوں کی دینی غیرت بھڑکتی ہے کیونکہ وہ اپنے دین کو سب سے بہتر دین تصور کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ امت محمدیہ خیر امت ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا کے اندر عدل و انصاف قائم کرے فساد و بگاڑ کو مٹائے اور انسانوں کو غلامی کی زندگی سے نجات دلا کر امن و چین کی زندگی بسر کرنے کا سامان بہم پہونچائے، اس کا ایمان ہے کہ اس امت کو شاہد اور گواہ بنایا گیا ہے اور اس کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔

موجودہ ذرائع ابلاغ، عالمی مسائل کے بارے میں دوغلی پالیسی اختیار کرتا ہے، اور اس کا یہ دوغلا پن اور دورخی پالیسی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے، اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے اندر عیسائی مشنریوں کے جال بچھے ہوئے ہیں، ستم بالائے ستم یہ کہ یہ مشنریاں اسلامی ممالک کی رگوں میں بھی داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہیں، ان کو متعدد مسلم ملکوں میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی اجازت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ بنگلادیش، انڈونیشیا ملیشیا اور متعدد ایشیائی افریقی مسلم ممالک میں حتی کہ عرب ملکوں میں ان کا مشن زور پکڑتا جا رہا ہے۔ مغربی ممالک جو سیکولرازم کے دعویدار ہیں ان کی پوری مدد کرتے ہیں۔ سرمایہ اور وسائل فراہم کرتے ہیں۔ وہاں کے سرکاری دفاتر اور تعلیمی شعبوں میں ان کو اچھا خاصا رسوخ حاصل ہے۔ ان کو طرح طرح کی مراعات و سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں تاکہ یہ کلی طور پر ان ممالک میں اپنے کام کو جاری رکھ سکیں۔

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اُمّیؐ

یہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن سیرت کے جلسوں میں بیان کئے جائیں گے تاکہ ہم اپنے ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و محاسن سُنکر اپنے کو اس سانچہ میں ڈھال لیں جس سے ہمارے لیے موجودہ دنیا میں راہیں کھلیں ذیل کی سطروں میں ہم ایسے ہی مبارک موقع پر پیش کئے گئے سیرت نگار نبویؐ مولانا سید سلیمانؒ ندوی کا ایک مضمون پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔

وحدت الٰہی

دوست و دشمن اور موافق و مخالف سب کو تسلیم ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی سب سے اولین اور آخرین خصوصیت توحید کی تعلیم ہے مگر اب تک اس لفظ توحید کو ایک خاص اصطلاح میں استعمال کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کی وحدت کی کامل تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کی، لیکن آؤ آج ہم اس ایک لفظ کی تحلیل کریں۔ اور دکھائیں کہ آپ نے وحدت کی تعلیم کس کس رنگ سے پیش کی ہے، اور کس کس پہلو سے مکمل کی ہے؟۔

دنیائے وجود کا سب سے بڑا طلسم وحدت و کثرت کی نیرنگی ہے، اور ہم کو بظاہر ہر طرف کثرت ہی کی نیرنگیاں نظر آتی ہیں، ظاہر بین نگاہیں کثرت کی انھیں نیرنگیوں میں الجھ کر اور واحد کو کثیر دیکھ کر موحد سے مشرک بن جاتی ہیں، مگر حقیقت شناس نگاہ کثرت کے رنگا رنگ پردوں کے پیچھے وحدت کا جلوہ دیکھ لیتی ہے۔ دیکھنے والوں کو آسمان، زمین پہاڑ، جنگل، دریا نظر آتے ہیں، پھر آسمان میں آفتاب ماہتاب، سبع سیارہ، اور دوسرے ستارے دکھائی دیتے ہیں، زمین میں انسان، حیوان، درخت پہاڑوں میں چٹانیں اور غار، دریاؤں میں روانی سیرابی اور موجیں ہمارے سامنے آتی ہیں، تو انسانوں نے ان سب کو کثرت کی جلوہ انگیزیاں سمجھ کر ان میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا خدا اور دیوتا بنایا، کسی نے آفتاب کو پوجا، کسی نے ماہتاب کو، کسی نے دریا کو اور کسی نے پہاڑ کو، لیکن ایک موحد اعظم کی نگاہوں نے ان کثرتوں کے پیچھے وحدت کا جلوہ دیکھا، اور پکار اٹھا کہ میں ان کے نہیں بلکہ ان سب کے ایک اور واحد اور تنہا خالق کے آگے سر جھکاتا ہوں۔

"إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفاً وما أنا من المشركين"

میں نے اپنا منہ ان سب کی طرف سے پھیر کر اس کی طرف کیا جو ان آسمانوں کا اور زمین کا خالق ہے، موحد بن کر، اور میں دوسروں کو خدائے برحق کا ساجھی نہیں مانتا۔

دنیا کے تمام علوم و فنون اور فلسفہ و سائنس کی تمام شاخوں کی پوری کوششیں اور تحقیقیں صرف اسی ایک اصل کی فرع ہیں کہ ان رنگا رنگ کثرتوں میں وحدت کی تلاش کی جائے اور اس ایک علت کا پتہ چلایا جائے، جس کی یہ تمام کثرتیں اثر اور نتیجہ ہیں، جس علم و فن میں جس حد تک حقیقت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے، وحدت کا چہرہ نمایاں سے نمایاں تر ہوتا جاتا ہے۔

عہد جاہلیت میں انسان ہر کام کا ایک الگ دیوتا مانتا تھا، اور سمجھتا تھا کہ دنیا کے تمام افراد اور واقعات کا تعلق علاحدہ علاحدہ فاعلوں اور مؤثروں سے ہے، اور وہ ان سب کو پوجتا تھا، بیماری کا الگ خدا تھا، بلکہ ہر بیماری کا ایک الگ دیوتا تھا، جس کی پرستش ہوتی تھی، جنگ کا الگ قحط کا الگ، پیداوار کا الگ، علم کا الگ، دولت کا الگ، خیر کا الگ، اور شر کا الگ، لیکن اس سے پہلے کہ سائنس اس باطل کا انکار کرے، دین حق نے اس کے تار و پود بکھیر دیئے اور تعلیم دی کہ وہ ایک ہی ہے جو آسمان سے زمین تک سب پر فرماں روا ہے، اور ایک ہی حکم ہے، جو عرش سے فرش تک جاری ہے۔

"وهو الذي في السماء إله وفي الأرض إله" (زخرف)۔

اور وہی ایک ہے جو زمین و آسمان دونوں میں فرماں روا ہے۔

یہی وہ حقیقت باہرہ ہے، جو توحید کا جوہر ہے، صلح و جنگ، دولت و افلاس، نعمت و زحمت کامیابی و ناکامی، غرض دنیا کے ہر کام اور ہر شے کا تعلق صرف اسی ایک ذات سے جو وحدہ لاشریک ہے

اس تعلیم نے دیوتاؤں، دیویوں، ستاروں، درختوں، پیغمبروں، دیووں اور شہیدوں کی طوائف الملوکیوں کا خاتمہ کرکے آسمان و زمین میں صرف ایک شاہنشاہی قائم کی، اور تمام عالم کو ایک نظامِ ربانی کے قبول کرنے کی دعوت دی۔

دنیا کے مختلف مذاہب کو لے کر جو انبیائے کرام مبعوث ہوئے وہ اسی سب سے بڑی حقیقت کو لے کر آئے، مگر افسوس ہے کہ یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہوکر لوگوں کے سامنے نہیں آئی اور آخر دنیا کو، دنیا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار رہا کہ آپ کی بعثت اس حقیقت کو اس وضاحت اور شرح و تفصیل اور تکمیل کے ساتھ پیش کرے کہ دنیا اس کو قبول کرکے پھر بھلا نہ سکے۔

چنانچہ توحید یا وحدت الٰہی کی تعلیم جس تفصیل اور تشریح کے ساتھ آپ نے دی، وہ آپ کی تعلیم کی امتیازی خصوصیت بن گئی ہے۔ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی واحد ہے، اور اپنی صفات کاملہ کے لحاظ سے بھی واحد و منفرد ہے۔ وہ اپنی عبادتوں کے لحاظ سے بھی غیر شریک ہے، وہ نہ ۳۳ کروڑ مقامات کے جلوؤں میں ۳۳ کروڑ ہے، اور تین اقانیم میں منقسم ہوکر واحد ہے، اور نہ وہ دو متضاد احوال کی بنا پر دو ہے، بلکہ وہ ایک، واحد، متفرد، منفرد اور غیر شریک ہے، نہ کسی پیغمبر کو یہ قدرت ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں ذرہ برابر شریک ہوسکے، اور نہ کسی نمرود و فرعون یا کسریٰ و قیصر اور مہاراج کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کی شاہنشاہی اور ربوبیت میں شرکت کا دعویٰ کرکے اُنا ربکم الاعلیٰ کی آواز بلند کرسکے۔

سب کا ایک خدا

لیکن توحید کی تکمیل ابھی ایک اور قدم کی محتاج تھی اور وہ یہ تعلیم تھی کہ وہ واحد و منفرد جو ہمارا خدا ہے، جس طرح وہ اپنی ذات و صفات و عبادات میں واحد و منفرد ہے، اسی طرح اپنے تعلق کے لحاظ سے بھی منفرد ہے، یعنی یہ کہ وہی جو ہمارا ایک خدا ہے، وہی ہر ذرۂ خاک، ہر مور و مگس، اور ہر کاہ و خاشاک سے لے کر آفتاب و ماہتاب، انسان و حیوان، اور گل و گلزار کا واحد خالق و مالک ہے، ماسوا میں جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق، سب اس کے بندے اور سب اس کے محکوم ہیں، تمام کائنات اسی ایک کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پست و بلند، نشیب و فراز، اور فرش و عرش سب اسی ایک کے زیر فرمان ہیں؛

وحدت کی غلط تعبیریں

بہت سے انسانوں نے اس کو ایسا سمجھا تھا کہ وہ انھیں کا ہے، دوسروں کا نہیں، انھوں نے انسانوں کے اندر پستی و بلندی اور شرافت و رذالت کے درجے اور مرتبے قائم کرکے یہ یقین پیدا کرلیا تھا کہ وہ صرف ہم بلند و شریف انسانوں کے طبقہ کا واحد خدا ہے، اور بقیہ پست و ذلیل مخلوقات اس قابل نہیں کہ وہ اس سے تعلق کی نسبت رکھ سکے، وہ ایک خدا تھا، مگر صرف ایک خاندان یا کسی ایک قوم، یا کسی ایک مذہب کا، سپید رنگ شریف النسل آریہ صرف اپنے ہی لئے اس کو خاص تصور کرتے تھے، اور پھر یہ بھی ایرانی اور آریہ درت کے رہنے والوں میں منقسم ہوکر اس طرح دو ہو گئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو بجائے خود یہی دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ کی بندگی خاص کے صرف وہی اہل ہیں، انتہا یہ ہے کہ اگر ایک (آریہ) کے یہاں لفظ دیوتا الوہیت اور خدائی کے معنیٰ دیتا ہے تو وہی لفظ دوسرے (ایرانی) کے یہاں بصورت دیو، جن و شیطان کے معنی بخشتا ہے،

اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ ہندوستان کے دو حصوں شمالی اور جنوبی میں شیو اور وشنو جو دونوں خالق و قیوم کے معنوں میں ایک ہی ذات پاک پر دلالت کرتے ہیں وہ ہندوؤں کے دو حصے کر دیتے ہیں، ایک شیو کو پوجنے والے اور دوسرے وشنو کے ماننے والے؛

پاک نژادان ایران کا؟ ہورمزداونکا خدا تھا۔ مگر ہندو آریوں میں وہ سورج سے زیادہ نہیں، ہندو آریوں میں سے برہمنوں نے اپنا وہ خدا مانا جو صرف اُنھیں کا خدا تھا جس نے اپنے مُنہ سے ان کو پیدا کیا، اور دوسری ہندو قوموں کو اپنے بازوؤں اور ٹانگوں سے؛

سامیوں کا خدا صرف اُنھیں کا تھا، بلکہ بنی اسرائیل کے نزدیک وہ خاص اُنکے خاندان کا خدا تھا۔ وہ ابراہیمؑ کا، اسحٰقؑ کا، یعقوبؑ کا خدا تھا، حضرت یعقوبؑ اپنی اولاد سے پوچھتے ہیں کہ میرے بعد کس کی پرستش کروگے؟ جواب ملتا ہے الٰھک واٰلہ اٰبائک ابراھیم واسحاق، حضرت یونسؑ کے عہد میں مصر کے جادوگر ایمان لاتے ہیں مگر کس پر؟ اٰمنا برب موسیٰ و ھارون، ہم ہارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لائے، غرض بنی اسرائیل میں جس واحد کا تخیل تھا وہ خاندانی معبود سے زیادہ نہ تھا؛

عیسائیوں کا خدا عیسائیوں کا باپ تھا، مگر اس باپ کے کنبہ میں دوسرے شریک نہ تھے، ان کا دعویٰ تھا نحن ابناء اللہ واحباؤہ، ہم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے، ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ والا خدا یہاں آکر صرف کنواری ماں کے بیٹے کا باپ رہ گیا تھا؛

پیغمبر اسلام کی تعلیم

یہ تھا اُس خدائے واحد کا تخیل جو قوموں اور خاندانوں کا خدا بن کر محدود ہوگیا تھا، اسکے بعد

خاتم الانبیاء علیہ السلام کی بعثت ہوئی، آپ کی تعلیم نے جہاں وحدت ربانی کے دوسرے پہلوؤں کی تکمیل کی اسی وحدت کے مفہوم کو بھی مکمل کیا اور بتایا کہ وہ ایک ہی خدا ہے جو برتر بھی ہے، نہیں بھی ہے وشنو بھی ہے اور شیو بھی، یعنی خالق بھی ہے قیوم بھی، زندہ بھی، زندہ کرنے والا بھی ہے اور مارنے والا بھی، ھوالذی یحیی و یمیت، وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہ کالے، گورے، آریائی اور سامی، ایرانی، تورانی، ہندی اور عربی، اسرائیلی اور اسمٰعیلی، موسوی اور عیسوی، ہندو اور مسلمان بلکہ زاہد شب زندہ دار، اور فاسق گنہگار دونوں کا یکساں خدا ہے اور سب اُس کے دربار کے یکساں بندے ہیں، برہمن ہو کہ شودر، یہودی ہو کہ جنٹل، مختون ہو کہ نامختون، تثلیث پرست ہو کہ موحد، آقا ہو کہ غلام، اونچا ہو یا نیچا، بندہ ہونے کی حیثیت سے سب اُس کے سامنے ایک ہی درجہ اور رتبہ رکھتے ہیں، سب اُسی کے بندے ہیں اور وہی ایک سب کا خالق و مالک اور محیی و ممیت ہے، یہاں کوئی محمد (صلعم) کا خاص خدا نہیں، قریش کا خدا نہیں، عرب کا خدا نہیں، مسلمانوں کا خدا نہیں، بلکہ کل دنیا کا ایک خدا ہے ایک وحدت ربانی ہے جس میں کل بندگان الٰہی باہم یکساں شریک ہیں، وہ سب اس کے بندے ہیں اور وہ ایک اُن سب کا خدا ہے، قرآن کی سب سے پہلی سورۂ نماز کی سب سے پہلی دعا اور اس دعا کا سب سے پہلا فقرہ جس کو محمد رسول صلعم نے ہم کو سکھایا؛ یہ ہے:

الحمد للہ رب العٰلمین۔

ساری خوبیاں اُس ایک خدا کی ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے؛

ایک ہی ربوبیت ہے جس میں نہ صرف کل دنیا۔ بلکہ دنیاؤں کی تمام مخلوقات یکساں شریک ہے، اور اس لحاظ سے محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم نے ان تمام تفرقوں کو مٹا دیا جو ایک خدا کے ماننے کے باوجود دنیا کو اور قوموں اور خاندانوں کو گویا مختلف خداؤں میں تقسیم کر دیتے تھے، اور بتا دیا کہ ہم سب کے سب ایک خدائے واحد کے بندے ہونے کی حیثیت سے باہم بھائی بھائی ہیں۔ سنید ہوں کہ شیخ، پرانے خاندانی مسلمان ہوں کہ نومسلم، برہمن ہوں کہ چمار، یوریین ہوں کہ ایشیائی، سب ایک ہی آقا کے غلام اور باہم خواجہ تاش ہیں؛

قل اعوذ برب الناس — سارے انسانوں کا پروردگار،
ملک الناس الٰہ الناس — سب انسانوں کا بادشاہ، اور
سب انسانوں کا خدا؛

یہ وہ وحدتِ ربانی ہے جس کا جلوہ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ہم نے دیکھا اور وہ حقیقت ہے جس کو آپ کی تلقین نے ہم کو سمجھایا، وہ ایک ہی شہنشاہِ مطلق اور رب العباد ہے، اور تمام مخلوقات ارضی و سماوی، انسانی و حیوانی اور تمام دنیا کے خاندان اور نسلیں، قومیتیں اور ملتیں سب اُس ایک کی مربوبیت علی الاطلاق میں برابر کی شریک ہیں، فرمایا؛

اِنَّ ھٰذہٖ اُمَّتکم اُمَّۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون۔

بیشک یہ تم سب کی امت ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، تو تم سب میرا ادب و لحاظ کرو؛

یہ وہ بلند تخیل ہے جس نے نہ صرف عرب و عجم، ترک و تاجیک، زنگ و فرنگ، ہند و سند، روم و تاتار، یورپ و ایشیا، سب کو ایک اور مربوبیت واحدہ کی ایک اخوت عامہ میں سب کو مربوط و منسلک کر دیا، بلکہ انسانوں اور حیوانوں کو بھی ایک ہی پروردگار کے سامنے سرنگوں کرکے انسانوں کو حیوانوں کی خدمت، اور حیوانوں کو انسانوں کی خدمت کا سبق پڑھایا، اور انسانوں کو حیوانوں پر لطف و شفقت کے لیے مجبور کر دیا۔

وَمَامِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ — نہ تو کوئی زمین میں رینگنے والا
وَلَاطٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ — جانور ہے اور نہ کوئی پرندہ ہے
اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ (انعام) — جو اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہے
لیکن وہ تمہاری ہی طرح اُمتیں ہیں؛

وحدت رسالت

وحدت الٰہی کے بعد وحدت رسالت کا درجہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں محمد رسول اللہ صلعم نے جو اصلاح فرمائی جو غلط فہمیاں دور کیں۔ اور جو بلند تخیل منصب نبوت کے متعلق پیش فرمایا۔ اس کو نوراً تفصیل سے سننے کی ضرورت ہے؛

تخصیص کا ابطال

سب سے بڑی غلطی جو دوسری قوموں سے اس مسئلہ کے متعلق سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ نبوت کو ایک محدود اور مخصوص چیز قرار دے لیا گیا تھا۔ آریہ درت کے ہندو کہتے تھے کہ خدا کی بولی صرف یہیں کے رشیوں اور منیوں نے سنی اور وہ صرف وید کے اوراق میں محفوظ ہے نہ دشت ایرانیوں کے علاوہ سب کو یزداں کے جلوۂ نورانی سے محروم خیال کرتا تھا۔ بنو اسرائیل اپنے سوا کہیں اور کسی نبی یا رسول کی بعثت کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے، عیسائی صرف اپنے آپ کو خدا کی فرزندی کا مستحق سمجھتے تھے، لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے اس تخصیص کو خدا کی شان رحمت اور عدل و انصاف کے منافی تصور کیا اور قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں اس کی تردید فرمائی: ایک یہودی حضرت موسیٰؑ کے سوا سب پیغمبروں کا انکار کرسکتا ہے، ایک عیسائی صرف حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مان کر عیسائی رہ سکتا ہے، ایک ہندو تمام دنیا کو شودر کہہ کر بھی پکا ہندو ہوسکتا ہے، ایک زردشتی حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی تکذیب

کرکے بھی دینداری کا دعویٰ کرسکتا ہے، لیکن ایک مسلمان، محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ ساتھ جب تک تمام پیغمبروں کو تسلیم نہ کرے مسلمان نہیں ہوسکتا، تنگ خیالی کا دائرہ صرف یہیں تک محدود نہ تھا، کہ نبوت کو ملک، قوم اور زبان کے ساتھ مخصوص کردیا گیا تھا، بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ یہ مخصوص کرنے والے خود پیغمبروں میں تفریق کرتے تھے، یعنی اُن میں سے بعض کو مانتے تھے، اور بعض کو نہیں مانتے تھے، یہود حضرت عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ کاذب سمجھتے تھے، اور ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے تھے، قریش حضرت عیسیٰؑ کے نام سے چلانے لگتے تھے، یہود و نصاریٰ دونوں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو صرف بادشاہ سمجھتے تھے اور پیغمبر نہیں مانتے تھے، محمد رسول اللہ صلعم نے عرب، عجم، شام و ہند پورب، پچھم، اُتر، دکھن، کی تخصیص کو دور کرتے ہوئے بتایا کہ ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کا نور دیکھا گیا، اور اُس کی آواز سُنی گئی ہے، اسلئے بلاتفریق و امتیاز دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کو یکساں خدا کا رسول، صادق اور راستباز تسلیم کرنا چاہیئے۔

مفہوم نبوت کی وضاحت

ایک اور واقعیت جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، یہ ہے اسلام سے پہلے نبوت، رسالت اور پیغمبری کی کوئی واضح اور غیر مشتبہ حقیقت دنیا کے سامنے نہ تھی، یہود کے یہاں نبوت کے معنی صرف پیشینگوئی کے تھے اور پیشینگو کو کہتے تھے، جس کے متعلق ان کو یہ یقین تھا کہ اس کی دُعا یا بددعا فوراً قبول ہوجاتی ہے چنانچہ تورات کے صحیفۂ تکوین میں اس مضمون کی آیتیں موجود ہیں اسی بنا پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی نبوت و رسالت کا ایک دھندلا سا خاکہ اُنکے ہاں موجود ہے، بلکہ بعض پیغمبروں کے مقابلہ میں بعض کاہنوں کی پیغمبرانہ شان زیادہ نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی حیثیت صرف بادشاہ کی ہے اور ان کے زمانہ میں پیشینگوئی کرنے والے پیغمبر اور ہیں:

یہود کی طرح نصاریٰ میں حضرت عیسیٰؑ کا یہ قول کہ "مجھ سے پہلے جو آئے وہ چور اور ڈاکو تھے" ہمارے دعویٰ کی تائید کرتا ہے، موجودہ انجیلوں میں نہ خدا کے رسولوں کی تعریف ہے نہ اُن کے تذکرے ہیں، نہ اُنکی سچائی اور صداقت کی گواہی ہے، حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کا بے شبہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن پیغمبرانہ شان کے ساتھ نہیں:

اس تخیل کا یہ اثر تھا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں اسرائیلی پیغمبروں کی طرف بے تامل نہایت رکیک اور سخیف باتیں منسوب کرتے تھے مثلاً حضرت لوطؑ پر بدکاری کا الزام لگاتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کو گنڈا، تعویذ، اور عملیات وغیرہ کا موجد سمجھتے تھے، حالانکہ سحر اور جادو، تورات میں شرک قرار دیا جا چکا تھا، عیسائی گو حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ تمام پیغمبروں کو گنہگار خیال کرتے تھے، تاہم انجیل کے مختلف حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود اور خود عیسائی بھی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بعض ایسی باتیں کہتے تھے جو اُن کی شان عظمت کے سراسر منافی ہیں مثلاً یہود حضرت مریمؑ پر تہمت رکھتے تھے، اور انجیل کے طرز سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ احکام عشرہ کے برخلاف اپنی ماں کی عزت نہیں کرتے تھے، اور احکام عشرہ کے مطابق ماں باپ کا ادب نہ کرنا بدبختی تھی، اسی طرح موجودہ انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نماز و روزہ کی بروا نہیں کرتے تھے:

اسلام میں نبوت کا مفہوم

حضرات انبیاء کرامؑ کے یہود و نصاریٰ کے یہ الزامات صرف اس وجہ سے تھے کہ وہاں نبوت و رسالت کا کوئی بلند تخیل نہ تھا، اور انبیاء کی عظمت کی کوئی سطح قائم نہ تھی، لیکن اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں کی عظمت و جلالت کی ایک ہی سطح قائم کی، اس کے نزدیک گناہوں سے پاک اور عصمت تمام انبیاء و مرسلین کا مشترکہ وصف تھا، سب پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، وہ سب خدا کے بخشے ہوئے ایک خاص منصب پر سرفراز تھے، وہ سب دنیا میں اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ خدا کے احکام لوگوں کو بتائیں، اور نیکی اور سچائی کا راستہ دکھائیں، وہ سب رہنما ہوشیار کرنے والے خدا کی طرف بلانے والے، خوشخبری سُنانے والے، تعلیم دینے والے، خدا کے احکام پہونچانے والے، نور، روشنی، خدا کے نیک اور مقبول بندے، اور اپنے عہد کے سب سے بہتر انسان تھے:

اسلام میں اگرچہ پیغمبروں کی کوئی تعداد معین نہیں ہے، تاہم قرآن پاک میں ان کی دو قسمیں ہم کو بتلائی گئی ہیں، ایک وہ جن کے ناموں کی تصریح قرآن میں کیگئی ہے اور دوسرے وہ جنکے نام قرآن میں مذکور نہیں ہیں، پہلی قسم میں بھی کئی قسمیں ہیں، بعض وہ انبیاء ہیں جن کو اہل عرب اور یہود و نصاریٰ سب جانتے تھے، مثلاً حضرت ابراہیمؑ وغیرہ، بعض وہ ہیں جن سے اہل عرب واقف تھے لیکن یہود و نصاریٰ کو اُن کی خبر نہ تھی مثلاً حضرت ہودؑ اور حضرت شعیبؑ، بعض ایسے ہیں جنکو یہود و نصاریٰ پیغمبر نہیں مانتے تھے، لیکن دراصل پیغمبر تھے، مثلاً حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دوسری قسم میں یونان کے سقراط، ایران کے زردشت ہندوستان کے سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور مہاتما گوتم بدھ جی، اور چین کے حکیم کنفوشیوس، بلکہ ان ممالک کے اور بھی مختلف عہدوں کے مقدس اور پاک بزرگ شامل ہوسکتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے

ہم کو صاف صاف بتلایا ہے کہ ہر قوم میں خدا کے پیغمبر آئے ہیں، اگرچہ ہم یقینی طور پر ایسے بزرگوں کے ناموں کی تعین نہیں کرسکتے، کیونکہ ہمارے پاس تخصیص و تعین کا ذریعہ صرف وحی محمدی ہے، اور وہ ان کی نسبت خاموش ہے، لیکن پھر بھی ہر مسلمان تفصیلاً اور اجمالاً تمام انبیاء کو ماننا، اُن کی صداقت تسلیم کرنا اور اس تسلیم کو ذریعہ نجات سمجھنا لازم ہے،

ان تمام انبیاء کی ایک پہچان ہے، ان کی ایک تعلیم ہے، وہ سب ایک وصف (عصمت) میں شریک ہیں اُن سب کو ایک ہی طرح ماننا ضروری ہے، اُن سب کا ایک مشن ہے، اور اُن سب کی ایک زندگی ہے:

قرآن پاک کی متعدد آیتیں ہیں جن میں وحدت رسالت کے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام انبیاء اور پیغمبروں کی یکساں تعظیم و تکریم کریں، اور اُن سب کو برابر سمجھیں، اور یہ عقیدہ تعلیم کیا گیا ہے کہ۔

وَلَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ ہم خدا کے فرستادوں میں کوئی فرق نہ کریں۔

اور یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں خدا کے رسول آئے اور اُس کے احکام لوگوں کو سُناتے رہے، کوئی قوم نہیں جس میں خدا کا فرستادہ نہ آیا ہو۔ اس کیلئے عرب و عجم، روم و شام، بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل، ایرانی و تورانی کی کوئی تخصیص نہیں، ان تمام قوموں میں خدا نے اپنے رسول بھیجے اور رسول اسلام کی تعلیم ہے کہ ہم ان سب کو خدا کا یکساں رسول سمجھیں، اسی کا اثر ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ یہودیوں کے پیغمبروں، عیسائیوں کے رسولوں، ایرانیوں کے نبیوں اور ہندو چین کے ربانی مبلغوں کو صادق و راست باز اور یقین کریں:

(باقی آئندہ)

(بقیہ) یورپ کو صلیبی ذہنیت سے .....

چنانچہ یہ عیسائی مبلغین کھلم کھلا اپنی کوششوں کے ثمر آور ہونے کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں علاقہ میں اتنے لوگوں کو خنکار کرلیا، اور اتنی مدت میں اس علاقہ کے لوگوں کو دائرہ عیسائیت میں داخل کرلیں گے۔ ان کی جرأت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری کوشش ہے کہ وہ یہ بھی مصر و ترکی اور شام کے مسلمانوں کو جو کہ اکثریت میں ہیں اقلیتی فرقے میں تبدیل کردیں، یہ عیسائی مشنریاں جزیرۂ عرب میں بھی دراندازی ہونے کے لئے اب کوشاں ہیں، چنانچہ یورپین ممالک کے دباؤ سے خلیج عربی کے بعض ممالک میں گرجا گھروں کی تعمیر کی اجازت بھی دیدی گئی ہے۔

بعض اسلامی تنظیموں کے بیان کے مطابق ان عیسائی مشنریوں کا منشددانہ رویہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ ممتاز اسلامی شخصیات کو یہ دھوکے سے قتل کرادیتی ہیں، اس کی دسیوں مثالیں موجود ہیں، یا ان کے دامن کو ایسے مسائل سے الجھا دیتی ہیں کہ ان کی شہرت کو بٹہ لگے، یا پھر ان کو نذر زنداں کردیا جاتا ہے چنانچہ ہزاروں بے گناہ مسلمان قید و بند کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ بعض اسلامی شخصیات پر اظہار رائے اور اسلامی ممالک میں سفر کرنے پر بھی پابندی ہے۔ نیز ایسے مسلم ممالک بھی ہیں، جہاں اسلام پسند گروپوں کو انتخاب میں نمایاں کامیابی حاصل ہونے کے باوجود ان کو اس ڈر سے حوالہ زنداں کردیا گیا کہ کہیں یہ اسلامی انقلاب نہ برپا کردیں، اور اس کے لئے مغربی ممالک پوری طاقت و توانائی صرف کررہے ہیں

مغربی ملکوں کے دباؤ سے اسلامی ذہن رکھنے والے خود اسلامی ملکوں میں قید و بند کی تکلیفیں برداشت کررہے ہیں۔

یہ ایسے واضح اور نمایاں مسائل ہیں جو کسی بھی صاحب دانش و بینش سے مخفی نہیں ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ اب تک عالمی میڈیا پر یہ مسائل مخفی ہیں یا وہ جان بوجھ کر اس کے بارے میں رائے زنی کو آزادئ رائے و آزادئ عقیدہ کے خلاف سمجھتا ہے، یا بر بنائے مصلحت ان مسائل سے چشم پوشی کرتا ہے، میڈیا کا یہ دو رخا پن نہیں ہے تو اور کیا ہے، اگر کوئی اسلام کے خلاف کوئی بات کہے تو اس کو دنیا کا چمپین و ہیرو قرار دیا جائے، اور یہ کہہ کر اس کی حمایت کی جائے کہ اس کو اظہار رائے کی پوری آزادی ملنی چاہئے، لیکن اگر کوئی مسلمان اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرے یا اسلامی مظاہر کی پیروی کی کوشش کرے یا مغرب کی مادی تہذیب کی شناعت کو بیان کرے تو اس کی مذمت کی جائے، اس پر عرصۂ حیات تنگ کردیا جائے، اس کے لئے طرح طرح کی دردناک سزائیں تجویز کی جائیں اس کی آزادی پر قدغن لگایا جائے، عالمی میڈیا کی یہ ایسی دوغلا پالیسی ہے کہ موجودہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

لندن جرائم کا شہر بن کر رہ گیا، ایک برس میں ساڑھے نو لاکھ وارداتیں

مغرب زدہ لوگوں کے لئے درس عبرت

آکسفورڈ کے ماہر نفسیات نے طلبہ کی خودکشی کو معمول کی چیز قرار دے دیا

ایشین عیسائیوں کے لئے تحفہ، ۱۵ برسوں میں ۱۰ لاکھ سے زائد افراد عیسائیت چھوڑ چکے ہیں۔

لندن میں جرائم کی شرح میں گذشتہ برس گیارہ فیصد اضافہ ہوگیا ہے، جن میں گھریلو تشدد اور سرعام ہونے والے جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی رپورٹ کے مطابق ۳۰ مارچ کو ختم ہونے والے سال کے دوران برس اور دیگر اشیاء چھیننے کی سرعام وارداتوں میں ۳۶ فیصد اضافہ ہوا جبکہ ان واقعات کی کل تعداد سات ہزار چھ سو کے قریب ہے۔ گھریلو تشدد کے واقعات میں ۴۶ فیصد اضافہ ہوا اور اس ضمن میں کل آٹھ ہزار سات سو واقعات رپورٹ گئے۔ جنسی تشدد اور عصمت دری کے واقعات کی کل تعداد ایک ہزار ایک سو رہی تھی اور یہ اضافہ ۱۵ فیصد کے قریب ہے۔ ایک برس کے دوران ۳ ہزار خواتین پر قاتلانہ حملے کئے گئے جبکہ ایک سال میں پولیس کو کل نو لاکھ ۴۵ ہزار ۳ سو جرائم کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے چیف سپرنٹنڈنٹ پیٹر سٹیونز نے یہ رپورٹ جاری کرتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ جرائم کی شرح میں ابھی مزید اضافہ ہوگا۔ انھوں نے بتایا کہ ان کے محکمے نے گزشتہ برس ایک لاکھ ۵۵ ہزار چار سو کیس نمٹائے جو پچھلے برسوں سے ۷ فیصد زیادہ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ کار چوری اور کاروں میں ریڈیو، سٹیریوز اور دیگر اشیاء چرانے کے رجحان میں دوگنا اضافہ ہوا جبکہ چوری کی وارداتوں میں ۱۰ فیصد اضافہ ہوا اور ایک لاکھ ۹۴ ہزار ۹ سو کے قریب چوری کی اطلاعات درج کی گئیں۔ راہزنی کی وارداتوں کی روک تھام کے لئے چیف سپرنٹنڈنٹ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی رقوم باڈی بیلٹس یا محفوظ بیگوں میں رکھا کریں تاکہ سرعام وارداتیں کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ ان وارداتوں کے مرتکب زیادہ تر منشیات کے عادی افراد ہوتے ہیں، جنہیں اپنا نشہ پورا کرنے کے لئے یہ جرم سب سے آسان لگتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نائٹ کلب یا معروف شاپنگ مارکیٹ میں پرس یا بیگ چھن جانے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ نے اعلان کیا کہ ان وارداتوں کی روک تھام کے لئے خصوصی فورس قائم کرنے پر غور کیا جارہا ہے۔ کاروں کی چوریاں روکنے کے لئے پہلے ہی ایک ٹاسک فورس قائم کردی گئی ہے اور ۱۹۹۲ء کو کاروں سے متعلقہ جرائم کی روک تھام کا سال قرار دے دیا گیا ہے۔ (بشکریہ جنگ لندن ۲۶-۶-۹۲)

نوٹ:- یہ پچھلے سال کی رپورٹ ہے۔ اس سال کیا حال ہوا ہوگا، خدا ہی جانتا ہے۔

مغربی تعلیمی درسگاہیں برطانوی اسکول جرائم کے اڈے سالانہ ۵۳ ملین پونڈ نقصان

برطانیہ کے اسکولوں میں آتشزدگی، توڑ پھوڑ اور چوری سے سالانہ ۵۳ ملین پونڈ کا نقصان ہوتا ہے۔ اوسطاً ایک اسکول کو سالانہ ۲۳ ہزار پونڈ کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ اعداد و شمار محکمہ تعلیم نے جاری کئے ہیں۔ ایک لاکھ ۷۶ ہزار جرائم سیکنڈری اور پرائمری اسکولوں میں ہوتے ہیں۔ گویا اوسطاً ہر اسکول میں سالانہ جرائم آٹھ وارداتیں۔ زیادہ تر وارداتیں دانستہ طور پر آتشزدگی کے باعث ہوتی ہیں۔

(ہفت روزہ وطن ۳ر جنوری ۱۹۹۳ء)

ہائے بڑھاپا

برطانیہ کے بوڑھوں کی تنظیم "ایج کنسرن" نے ایک مہم چلانے کا اعلان کیا ہے، جس کا مقصد بڑھاپے کو نشانہ تضحیک بنانے سے روکنا ہے۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ بوڑھے لوگوں کو عموماً نوجوان اچھا نہیں سمجھتے اور اکثر اوقات انھیں جوانوں کی طرف سے گالی گلوچ اور تضحیک کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ جس طرح معاشرے میں نسل پرستی اور جنس پرستی کے خلاف مہمیں چل رہی ہیں، اسی طرح بڑھاپے کے حق میں مہم چلائی جائیگی۔

(جنگ لندن ۲۶ر جنوری ۱۹۹۳ء)

موٹاپا ہونا چاہتے ہیں..... ؟ تو جی بھر کر ٹیلی ویژن دیکھتے رہیں

محققین نے کہا ہے کہ ٹیلی ویژن دیکھنے والے امریکی بچوں میں موٹاپا ایک وبا کی شکل اختیار

کرگیا ہے، اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ٹی۔ وی دیکھتے ہوئے کھایا ہوا کھانا جزو بدن نہیں بنتا۔ اسی ماہ شائع ہونے والے ایک فلمی جریدے میں شائع ہونے والے مضمون میں لکھا گیا ہے ۱۹۸۵ء میں کئے گئے سروے کے مطابق امریکہ میں ۶ سے لے کر ۱۱ سال تک کے بچے ہر ہفتے تقریباً ۲۶ گھنٹے ٹی۔ وی پروگرام دیکھتے ہیں۔ اتنا وقت وہ اسکول میں بھی نہیں گزارتے۔ مضمون میں ۸ سے ۱۲ سال تک کے ۱۵ موٹے اور نارمل بچوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے نظام ہضم کو اس وقت جانچا گیا جب وہ بچوں کے مقبول پروگرام "دی ونڈر ائرز" دیکھ رہے تھے، ان کے نظام ہضم کو اس وقت بھی جانچا گیا جب وہ کچھ نہیں دیکھ رہے تھے۔ نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے ان کا نظام ہضم کم کام کرتا ہے، جس کے باعث وہ موٹے ہو جاتے ہیں اور انھیں معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ ایسا کب اور کیوں ہوا؟

(جنگ لندن ۱۵ر فروری ۱۹۹۳ء)

آکسفورڈ کے ماہر نفسیات نے طلبہ کی خودکشی کو معمول کی چیز قرار دے دیا

آکسفورڈ یونیورسٹی میں حال ہی میں دو طالب علموں نے خودکشی کر لی تھی۔ ان واقعات کو برطانوی میڈیا میں کافی پبلسٹی ملی ہے، جس میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے طلبہ اپنے تعلیمی مسائل کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کنسلٹنٹ ماہر نفسیات ڈاکٹر کینتھ ہاڈس نے اس بارے میں اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے طلبہ میں خودکشی کے رجحان میں کوئی غیر معمولی اضافہ نہیں ہوا۔ انھوں نے ایک نیوز کانفرنس میں بتایا کہ گزشتہ ۱۴ برسوں میں آکسفورڈ کے ۲۱ طلبہ نے خودکشی کی ہے اور اس دوران میں مجموعی طور پر ۲۱۶ طلبہ نے خودکشی کی اور ۲۵۴ ناکام کوششیں کی گئی ہیں۔

(جنگ لندن ۲۶ر جنوری ۱۹۹۳ء)

امریکہ کے کمسن لڑکے اور لڑکیوں کا المیہ!

۲۶ مئی اور یکم جون کے درمیان دی نیویارک ٹائمز اور سی بی ایس نیوز نے ۱۳ سے ۱۷ سال تک کی عمر والے بچوں کا ملک گیر سطح کا ایک سروے کیا جس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ان کے ذہنوں پر ابھی سے وہ تمام تفکرات اپنا تسلط جمائے ہوئے ہیں جن کا تعلق فطری طور پر صرف ادھیڑ عمر کے لوگوں سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے سماج میں بڑھتے ہوئے تشدد اور شراب نوشی پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں اور روزگار کی فکر ان کی راتوں کی نیند حرام کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ انھیں اپنے بزرگوں کا سایہ تربیت اور دست شفقت میسر نہیں ہے۔

۴۰ فیصد بچوں کا کہنا ہے کہ ہمارے والدین کے پاس ہماری کسی قسم کی مدد کرنے کے لئے وقت ہی نہیں ہے۔ اب انھیں بڑوں کے مقابلہ اپنے ہم عمروں ہی پر زیادہ انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اندیشے بھی کم سنوں ہی سے زیادہ لاحق رہتے ہیں۔ ان کی بڑی تعداد اپنے خاندان کے بزرگوں سے الگ ہی رہتی ہے اور تعلق قطع کرنے پر مجبور ہو چکی ہے۔

جن بچوں پر سروے کیا گیا ان میں سے ۴۰ فیصد نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ گزشتہ ۵ سال کے دوران گولیوں سے بھوننے والے اور بھونے گئے کئی کئی آدمیوں کو جانتے ہیں ان کے مطابق "ایسے قاتل اور مقتول عام طور سے دونوں ہی کمسن یعنی بیس سال سے کم عمر ہی کے رہے ہیں۔" ۱۶ فیصد نے بتایا کہ ان کے اسکولوں میں زیر تعلیم طلبا کی کم از کم نصف تعداد، ہتھیار چاقو اور بندوق وغیرہ رکھتی ہے ان کی بڑی تعداد لوٹ کھسوٹ اور دھوکہ دہی جیسی گھناؤنی حرکتوں میں بھی ملوث ہے۔ لیکن ان کی اچھی خاصی تعداد بچپن میں بتائی گئی باتوں کو قیمتی ورثہ سمجھ کر اپنائے ہوئے ہے۔

امریکہ میں کمسن بچوں کی بڑی تعداد اپنے والدین سے اجنبیت محسوس کرتی ہے کیونکہ عام طور سے والدین سے ان کی ملاقاتیں بھی شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں انکی مائیں بھی گھر سے باہر کام کرنے جاتی ہیں جس سے انھیں ممتا کی محبت میسر نہیں آتی۔ کوئی انھیں نصیحت کرنے والا کہانیاں سنانے والا لاڈ پیار اور محبت کرنے والا تک نہیں مل پاتا۔

ان بچوں کا کہنا ہے کہ ہمارے ماں باپ نہ ہمیں اپنے پاس لگاتے ہیں نہ پیار کرتے ہیں اور نہ ہی بات چیت کر پاتے ہیں، ہمیں بھی ان سے کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا ہے اس لئے چھٹی کے موقع پر ان کی ٹوکا ٹوکی ہمیں بہت ناگوار گذرتی ہے اور کسی بھی طرح برداشت نہیں ہوتی۔ واشنگٹن میں اولمپیا کے پاس رہنے والے ۱۶ سالہ آرون ایم کا کہنا ہے کہ جب میرے والدین گھر پر ہوتے ہیں تب ان کی موجودگی کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے پاس ہم سے بات کرنے کے لئے فرصت ہی نہیں ہوتی ہم کبھی ایک ساتھ باہر نہیں جاتے۔ نہ ہی کبھی ساتھ جا کر کہیں ڈنر لیتے ہیں۔ ان باتوں کو تو اب برسوں بیت چکے ہیں۔ شاید جب میں ننھا سا تھا اسی وقت کبھی ان کے ساتھ گیا ہوں گا۔

شکاگو میں رہنے والے ۱۷ سالہ کرسٹینا اسمتھ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا میری ماں رہی ہی نہیں کیونکہ وہ اپنی جاب کی وجہ سے ہفتوں ہفتوں باہر رہتی ہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو میں ان سے رابطہ قائم کر کے کہہ دیتا ہوں (باقی ص ۲۵ پر)

دینِ خالص کی تلاش، امریکیوں کو اسلام کی طرف راغب کر رہی ہے

عمر افضل۔ اتھاکا، نیویارک

امریکیوں کو ایک عقیدے، ایک نظریۂ حیات کی تلاش ہے۔ وہ اپنے موجودہ طرز زندگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ تلاش و جستجو کا یہ عمل پوری ایک صدی پر محیط ہے تلاش حق کی اس جستجو میں وہ اسلام کی طرف متوجہ اور اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔

رسل دیب اور مریم جمیلہ جیسے سیکڑوں ہزاروں جویان حق اب تک دین خالص کی آغوش میں پناہ لے چکے ہیں وہ انسانوں کے بنائے ہوئے خداؤں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ان خداؤں کو جنہوں نے اپنے آپ کو نسلوں اور برادریوں کے حصار میں بند کر رکھا ہے کیوں کہ اسلام ان سے خدائے واحد برا اس خدا پر جو تمام عالم کا رب ہے۔ ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے اسلام انھیں تعلیم دیتا ہے کہ وہ نجات کا تصور ترک کر دیں جس میں حضرت عیسٰی کو منبع و مرکز سمجھا جاتا ہے اس کے بجائے وہ ایمان باللہ اور رضائے الٰہی کی نیت سے کئے گئے کام کو نجات کا ذریعہ سمجھیں۔

مرتضیٰ دہلین، عمر فاروق عبداللہ، خالد بلیکشپ، انامیری شمل جیسے ہزار دانشگاہی تعلیم یافتہ متمول افراد روحانی تسکین کے لئے اسلام کی طرف راغب ہوئے انھیں یہ متاع بے بہا کہیں اور نہیں مل سکی ایک اور اندازے کے مطابق اس وقت امریکہ میں آباد مسلمانوں میں سے ۴۰ فیصد نومسلم ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جنھیں اپنے نسلی ورثہ کی گمشدہ کڑیوں کو جوڑنے کی فکر نے اسلام سے قریب کر دیا تو کچھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے سبب مسلمان ہوئے اور بعض نے حیات دنیا کے گہرے مطالعہ اور آگہی کے نتیجہ میں اسلام قبول کیا۔

یو ایس اے ٹوڈے کے ایک حالیہ شمارہ (۲۷ جنوری ۹۴ء) نے قبول اسلام کے اس عمل کو ایک طوفان (مدوجزر) سے تعبیر کیا ہے جس نے امریکیوں کے ذہن و دماغ میں ایک عالمگیر دین میں جلد از جلد شامل ہونے اور اس کا ایک فرد بننے کی طوفانی خواہش پیدا کر دی ہے گویا ہر وہ شخص جس نے سمجھ بوجھ لیا اس کو قبول کرنے کیلئے بے چین و بے قرار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس "نئی دنیا" (سرزمین امریکہ) پر مسلمانوں نے کولمبس سے پہلے قدم رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ بات تاریخی لحاظ سے درست ہو۔ مگر یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ بیسویں صدی کے وسط تک یہاں گنتی کے مسلمان آباد تھے ان میں سے بھی بہت کم اتنے جگر والے نکلے جنھوں نے تہذیبی جارحیت کے صدمے برداشت کئے اور اپنے آپ کو باقی رکھا وگرنہ زیادہ تر اسکالر بن گئے، مرتضیٰ دہلین نے آج سے ۴۰ برس پیشتر اسلام قبول کیا تھا۔ ان دنوں وہ فوج میں ایک معالج کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ وہ ایک ایسے امریکی ہیں جن کا تعلق بیک وقت فن لینڈ اور سوئڈن دونوں سے ہے (یعنی ان کے والدین میں سے کسی کا تعلق فن لینڈ سے اور دوسرے کا تعلق سوئڈن سے تھا) اور بقول شخصے "وہ کسی زاویہ سے مسلمان نہیں نظر آتے" وہ ایسے عالم میں امت مسلمہ کے فرد بنے تھے، جب ان کے اردگرد نہ کوئی مسلم تنظیم تھی، نہ گروپ، مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کیلئے جو چیزیں درکار تھیں وہ بھی انھیں میسر نہیں تھیں مگر ان کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی اور یہی چیز ان کا سہارا بنی۔

دیگر نومسلموں کی طرح دہلین نے بھی اسلام کو سادہ، قابل عمل اور ہر طرح کی پیچیدگی سے مبرا پایا عیسائیت کی طرح نہ یہاں پریسٹ اور منسٹر کا کوئی نظام ہے نہ اس کی تعلیمات میں محیر العقول باتیں شامل ہیں۔ کہتے ہیں: "اہم بات یہ ہے کہ میں خود بھی اللہ سے قرب حاصل کر سکتا ہوں اس کے لئے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے، اس کیلئے آپ کو حضرت عیسٰی کو واسطہ بنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں نہ اس قسم کے دوسرے اعمال کی حاجت ہے" حالانکہ اُن دنوں سان فرانسسکو میں مسلمان بہت قلیل تعداد میں تھے، گنتی کے چند درجن مگر انھیں اس پر انتہائی حیرت ہوتی تھی کہ نہایت دور دراز کے لوگ بھی ان کو خط لکھا کرتے اور مختلف اسلامی موضوعات سے متعلق کتابیں روانہ کرتے تھے، عمر فاروق عبداللہ اپنے درجے کے مسلمان طالبعلموں کے ذریعہ اسلام سے متعارف ہوئے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ الیوکواگ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ ابراہیم کیرارڈ کو جو ایک ماہر نفسیات ہیں، اسلام کے روحانی پہلو نے متاثر کیا۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ مختلف مسلم ملکوں کا دورہ کیا، اس دوران انھیں تصوف نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ایک پابند شرع مسلمان کی طرح تمام فرائض

و واجبات کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں۔ ایک مسجد میں ذکر کی ہفتہ وار مجلس میں شریک ہوتے ہیں اور اس سے روحانی قوت حاصل کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس سے ان کا قلب منور ہو جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب وہ آتے ہیں تو مختلف قسم کے تفکرات سے الجھے ہوئے ہوتے ہیں، مختلف قسم کی الجھنیں انکے دامن گیر ہوتی ہیں مگر جب اپنی تمام تر توجہات مرکوز کر کے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں تو بڑا سکون ملتا ہے، سرور و نشاط کی ایک کیف آگیں لذت محسوس کرتے ہیں خالد بلیکشپ کا معاملہ اس سے ذرا مختلف ہے، ایک مدت تک ان کا قیام شمالی افریقہ کے ملکوں اور سعودی عرب میں رہا۔ اسلام سے دلچسپی اسی کی مرہون منت ہے۔ ایک مصری خاتون سے انھوں نے شادی کی، اب وہ بحیثیت استاد ایک اچھی یونیورسٹی میں ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق امریکہ میں پچاس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں سیاہ فام مسلمانوں کا تناسب ۴۲ فیصدی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا سب سے بڑا طبقہ ہے اس میں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اضافہ بھی ہو رہا ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہر سال ۱۱ ہزار اسلام قبول کرنے والے امریکیوں میں ۸۵ فیصد تعداد سیاہ فام باشندوں کی ہوتی ہے ہیں۔ ایک بپٹسٹ عیسائی مبلغ کا ۱۲ سالہ لڑکا شان والڈرن جب کلمۂ شہادت ادا کر رہا تھا تو اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس ایک کلمہ کی ادائیگی سے اس کی زندگی میں کتنا بڑا انقلاب آنے والا ہے وہ اس بات کا اقرار کر رہا تھا کہ وہ ساری زندگی صرف اور صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا اس کا وفادار رہے گا اور اسی کی رضا کے حصول کیلئے جئے گا۔ اور مرے گا، وہ ان ۲۵ سے زیادہ سابق عیسائیوں کے اس گروپ میں شامل ہوا تھا جو بروکلن کی مسجد محسن خلیفہ میں منعقد ہونے والے اجتماع میں شریک تھے۔

اب تک جن سیاہ فام باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے ان کی اکثریت نوجوان ہے، انکی عمر ۲۰ اور ۳۰ کے درمیان ہے۔ انھیں عیسائیت کی پیچیدہ اور ناقابل فہم تعلیمات، نسلی امتیاز، اخلاقی زوال اور تہذیبی تشدد نے پریشان کر رکھا ہے، وہ اس ذہنی کشمکش سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انھیں اسلام میں معقولیت نظر آئی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں ہر مسئلہ کا انتہائی مناسب اور اچھا حل موجود ہے، واضح ہدایات ملتی ہیں اور یہ انسان کو ایسی اقدار کا پابند بناتا ہے جو انسانیت پر مبنی ہوتی ہیں، ۲۲ سالہ عبدالرشید تویراز کا احساس ہے کہ: "اسلام محض ایک مذہب (ریلیجن) نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریۂ حیات ہے، اسلام ہمیں رجائیت پسند بناتا ہے، یہ مسائل سلجھاتا ہے، یہاں ہر مشکل کا حل موجود ہے۔" واضح رہے کہ تویراز نے ابھی حال میں اسلام قبول کیا ہے، ایک دوسرے نومسلم ۲۲ سالہ شہید عبدالملک نے جو نوعمری میں ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تھا اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: "اسلام عالمگیر دین ہے، یہاں رنگ و نسل کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔"

قبولیت اسلام کا ایک سبب رشتۂ ازدواج بھی رہا ہے، شریعت نے اہل ایمان کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ چاہیں تو کسی عیسائی یا یہودی خاتون سے شادی کر سکتے ہیں کیوں کہ عیسائی اور یہودی دونوں ہی اہل کتاب ہیں، مگر ایک مسلمان کسی غیر اہل کتاب سے شادی نہیں کر سکتا، شریعت اسے ممنوع قرار دیتی ہے، تاہم ایک مسلمان عورت مسلمان مرد کے سوا کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی امریکہ میں ایسی نومسلم خواتین کی ایک معتدبہ تعداد پائی جاتی ہے جنھوں نے محض اپنی شوہروں کی خاطر اسلام قبول کیا۔

امریکی معاشرہ میں اگر کوئی طبقہ سب سے زیادہ محفوظ و مامون ہے تو وہ مسلمان بیویوں کا طبقہ ہے بعض لوگوں کو یہ بات سُن کر حیرت ہوگی مگر امریکہ میں جنم لینے والی ان خواتین کی زبان سے یہ بات متعدد بار سنی گئی ہے جنھوں نے مسلمانوں سے شادی کی ہے، یہ ایک عام تصور ہے کہ مسلمان شوہر قابل اعتماد ہوتے ہیں اور اپنے اہل خانہ کی نگہداشت کے معاملہ میں بڑے لائق ثابت ہوتے ہیں۔

نئی دنیا میں مسلمانوں کی آبادی میں یہ اضافہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گذشتہ دو عشروں میں نہ صرف یہ کہ قابل لحاظ اضافہ ہوا ہے بلکہ انھوں نے یہاں اپنی جڑیں بھی مضبوط کر لی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آئندہ دس برسوں میں یہودیوں کی مجموعی آبادی سے مسلمانوں کی آبادی کہیں زیادہ ہوگی۔ جہاں ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں یہاں درجن بھر سے زیادہ مسجد نہیں تھیں، آج حال یہ ہے کہ مسجدوں کی تعداد دو ہزار سے بھی متجاوز ہو چکی ہے، اسوقت بیشتر امریکہ کے مسلمان اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں مثلاً مساجد کی تعمیر، بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام اور تعلیم بالغان کے اسلامی مرکز کا قیام، نیوز لیٹر کی اشاعت، دعوتی کام وغیرہ، مگر اب انھوں نے عملی سیاست میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دیا ہے، ان سب کے باوجود ابھی وہ ایک داعی گروہ نہیں بن سکے ہیں۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ ایک شخص ذکر میں مشغول ہے کہ اسی اثناء میں اذان شروع ہوگئی تو ذکر جاری رکھے یا اذان کا جواب دے؟

ج:۔ ذکر و تسبیح بند کرکے اذان کا جواب دے۔

س:۔ کیا اگر نمازی زیادہ ہوں تو اقامت درمیانی صف سے کہہ سکتے ہیں؟

ج:۔ نمازی کم ہوں اور صف اول میں تکبیر کہنے سے سب کو آواز پہنچتی ہو تو اقامت صف اول میں کہنا بہتر ہے، البتہ اگر تعداد زیادہ ہو اور اگلی صف میں پہونچنے میں حرج لاحق ہو تو اقامت درمیان کی کسی بھی صف سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س:۔ دوسرے دن ولیمہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

ج:۔ ولیمہ کا وقت عقد نکاح کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔ ارشاد نبوی کے مطابق رخصتی کے بعد پہلے دن ولیمہ سب سے بہتر ہے، دوسرے دن بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ الولیمۃ اوّل یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعۃ۔ ولیمہ پہلے روز کھلانا حق کو ادا کرنا ہے، دوسرے دن کا ولیمہ نیکی ہے، تیسرے دن ریا اور نمائش ہے۔

س:۔ ایک شخص دعوت ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلاتا ہے، غربا کو نظر انداز کر دیتا ہے تو یہ کیسا ہے؟

ج:۔ دعوت ولیمہ میں ممتاز لوگوں کو بلانا اور غریب اعزہ و احباب کو نہ بلانا سخت ناپسندیدہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ شر الطعام طعام الولیمۃ یدعیٰ لھا الاغنیاء ویترک الفقراء۔ سب سے ناپسندیدہ کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جائیں اور غربا و محتاج چھوڑ دیے جائیں، پھر آپؐ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ:

شر الطعام الولیمۃ یمنعھا من یاتیھا ویدعیٰ من یأباھا۔ سب سے برا ولیمہ کا کھانا وہ ہے جس میں ان لوگوں کو روکا جائے جو آنا چاہیں اور انھیں بلایا جائے جو آنے سے رکتے ہوں۔

س:۔ ایسے سامان کو بیچنا جن سے جرائم کو بڑھاوا ملے شرعاً کیسا ہے۔

ج:۔ فحش ناولیں، عریاں تصویریں، اخلاق سوز گانوں کے ریکارڈ، ٹیپ، ایسی فلمیں جن سے چوری، ڈاکے یا کسی جرم کرنے کی ترغیب ہوتی ہو ایسی کتابیں یا اشتہار جو زنا، شراب اور سود لینے کی طرف راغب کریں، ان سب کا بیچنا، خریدنا، حرام ہے۔

س:۔ بیعانہ (ایڈوانس) کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ج:۔ خریدار نے کسی چیز کا سودا کیا اور کچھ رقم پیشگی دکاندار کے اطمینان کے لیے دیدی یہ بیعانہ ہے۔ اب اگر دکاندار یہ شرط لگاتا ہے کہ اگر آپ یہ چیز نہ لے جائیں گے تو میں یہ پیشگی لی ہوئی رقم واپس نہیں کروں گا۔ تو یہ باطل ہے۔ اگر بغیر شرط کے پیشگی کوئی رقم لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن سامان نہ لینے کی صورت میں اس رقم کو ضبط نہیں کیا جاسکتا ہے۔

س:۔ ایک شخص نے کوئی سامان ادھار خریدا اور کہا جیسے ہی بارش شروع ہوگی قیمت ادا کردوں گا تو بیع درست ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ کوئی چیز ادھار خریدی لیکن قیمت ادا کرنے کے لئے وقت کی تعیین نہیں کی تو بیع فاسد ہوگی، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی چونکہ ادائیگی کا وقت مبہم ہے بارش شروع ہونے کا وقت متعین نہیں ہے اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی، متعاقدین پر اس بیع کو فسخ کرنا شرعاً لازم ہے۔

(بقیہ) مطالعہ کے میز پر

اس کے جواب میں "صاحب البیت ادریٰ بما فیہ" ہی ہم کہہ سکتے ہیں۔

کتاب کی طباعت صاف ستھری لیکن بہت ناقص ہے، جگہ جگہ سے عبارتیں اڑی ہوئی ہیں، پروف ریڈنگ کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے، اس لئے بہت سی غلطیاں اسی ذیل کی ہیں، پوری پوری عبارت بعض صفحات سے غائب ہے، امید ہے کہ آئندہ طباعت میں اس کا خیال رکھا جائے گا، تاکہ استفادہ آسان ہو۔

مشتری میں قیامت

آخری قیامت کا پیش خیمہ

ذرا سوچئے کہ کرۂ ارض سے ۸۰ کروڑ کلومیٹر کی دوری پر واقع سیارہ مشتری اچانک جس قیامت سے دوچار ہے ویسی ہی قیامت اگر کرۂ ارض پر آئی ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا یا جب کرۂ ارض کو اس طرح کی قیامت کا سامنا ہوگا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ وہاں شہاب ثاقب سے ٹکرے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی۔ مشتری کا آسمان روئی کے گالوں کی طرح اڑتا ہوا نظر آیا۔ زلزلے آئے۔ مشتری کی زمین لرز گئی اور اتنی حدت اور گرمی پیدا ہوئی گویا سورج سوا نیزے پر آگیا ہو جس طرح کرۂ ارض پر جانداروں کی آبادی ہے حیوانات اور نباتات ہیں دریا اور سمندر ہیں اگر یہی سب مشتری پر بھی ہوتا تو کرۂ ارض کے لوگ اس قیامت کو دیکھکر شاید شراب کی بوتلیں نہ کھول رہے ہوتے بلکہ مشتری والوں پر ٹوٹنے والی قیامت پر اشک فشانی کر رہے ہوتے۔

مشتری ہی کی طرح کرۂ ارض بھی نظام شمسی کا ایک حصہ ہے ۱۶ر جولائی سے ایک ہفتہ تک مشتری پر ایک شہاب ثاقب کے ٹکڑے گرتے رہے جو خود مشتری کے جوار بھاٹا کے اثرات کی وجہ سے ۲۱ بڑے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں بکھر گیا تھا۔ ان میں سے کچھ ٹکڑے ایک کلومیٹر کے اور کچھ لگ بھگ پانچ کلومیٹر کے تھے۔

۱۶ر جولائی کو ایک کلومیٹر کا جو پہلا ٹکڑا مشتری پر جا گرا تھا اس کے دھماکہ کی طاقت دو لاکھ پچاس ہزار میگاواٹ ٹی این ٹی تھی۔ اس کی رفتار ۶۰ کلومیٹر فی سیکنڈ کی تھی۔ یہ ٹکڑا مشتری کے اس حصے میں گرا جو کرۂ زمین سے دکھائی نہیں دیتا اس لئے اس کے ذریعہ آنے والی قیامت کا دنیا والے نظارہ نہ کرسکے۔ ماہرین فلکیات نے اپنی دوربینوں سے صرف اتنا دیکھا کہ مشتری آگ کے ایک گولے میں بدل گیا ہے اور اس سیارہ کا درجہ حرارت ۳۰ ہزار ڈگری تھی۔ مشتری پر شومیکر لیوی ۹ نامی شہاب ثاقب کے چھوٹے اور بڑے ٹکڑوں کے گرنے کا سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ سائنسداں مشتری پر آنے والی اس قیامت کا دوربینوں سے نظارہ کر رہے ہیں۔ مشتری کی فضا میں گیس کے بادل پھیلے ہوئے ہیں مشتری پر جن جگہوں پر شہاب ثاقب کے ٹکڑے گرے تھے وہاں "کالے دھبے" دیکھے گئے ہیں اور سائنسداں ان دھبوں کا اسرار حل کرنے میں تاحال ناکام ہیں ان میں سے کچھ سیاہ دھبوں کا رقبہ تو کرہ ارض کے رقبہ سے بھی تین گنا زیادہ ہے۔

مشتری پر سب سے بڑا دھماکہ ۱۸ر جولائی کو ہوا۔ شہاب ثاقب شومیکر لیوی ۹ کے جس ٹکڑے کے مشتری پر گرنے سے یہ دھماکہ ہوا تھا اس کی حدت کی توانائی ۳۰ ہزار ڈگری تھی بلکہ سائنس دانوں کے بیان کے مطابق کرہ ارض پر انسانوں کے بنائے ہوئے بموں سے زیادہ دس ہزار میگاٹن توانائی پیدا کی جاسکتی ہے۔ سائنسدانوں کا یہ اعتراف دراصل خدا کی قدرت اور اس کے بموں کی طاقت کا اعتراف ہے۔ خدا نہ کرے کہ مشتری پر جو قیامت نازل ہوئی ہے وہ کرہ ارض پر بھی نازل ہو۔ لیکن خدا کا وعدہ ٹل نہیں سکتا قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ مشتری پر آنے والی قیامت، اس آخری قیامت کی تصدیق کرتی ہے جس کا وعدہ خالق کون و مکاں نے کیا ہے۔ کیا دنیا اس سے کوئی سبق لے گی؟۔

(بقیہ) لندن جرائم کا شہر

اس سے میں
خود کو ان سے وابستہ محسوس کرتا ہوں۔ آج ہی توجہ میرے لئے بہت بڑی نعمت غیر مترقبہ ہے۔

۲۰ فیصد بچوں کا کہنا ہے کہ ہمارا تو سارا وقت اپنے ہم عمر ساتھیوں اور دوستوں ہی کے پاس گزر جاتا ہے۔ اور یہ ہمیں زیادہ اچھا لگتا ہے تیس فیصد بچوں نے کہا کہ ان کا جی چاہتا ہے کہ اپنے خاندان کے ساتھ ہی وقت گزارا کریں۔ اس سے انھیں تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔

مشرقی ملکوں میں خاص طور سے وطن عزیز بھارت میں بھی اسی طرح کے رجحانات بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ خاص طور سے شہروں کا ماحول تو یہی بن کر رہ گیا ہے جہاں مرد اور عورت دونوں گھر سے باہر کمائی کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں ان کے بچے ان کی توجہ اور شفقت سے محروم رہتے ہیں یہ ذہن جتنی جلدی سنبھل جائے آنیوالی نسلوں کے لئے یقیناً اتنا ہی اچھا ہوگا۔

(ابوظفر اورنگ زیب۔ ڈاسنہ)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے امریکی ٹیلی ویژن۔ این۔ بی۔ سی کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ مشرق وسطیٰ میں امن کا دارومدار اسرائیل کے آئندہ طرز عمل پر ہے اور عربوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ امن کے خواہاں ہیں امن صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب اسرائیل مغربی کنارہ غزہ کی پٹی، مشرقی بیت المقدس اور گولان کی پہاڑیاں ان کو واپس کر دے اور فلسطینیوں کو ان کا جائز مقام دے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اسرائیل کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا تاہم فلسطینیوں کو بھی اپنے علاقے میں رہنے کا حق دیا جائے۔

• بوسنیا کے چیف کمانڈر ابوعبدالعزیز نے کہا ہے کہ بوسنیا کے مجاہدین کے ہاتھوں پچاس ہزار سرب فوجیوں کی ہلاکت نے یورپ پر سکتہ طاری کر دیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے ممالک اب مسلمانوں کے ہمدرد بن کر صلح کرانے کیلئے دوڑ پڑے ہیں تاکہ سربوں کو مجاہدین کے قہر و غضب سے بچایا جا سکے۔ لیکن بوسنیا کے مجاہدین کسی کے دھوکے میں آنیوالے نہیں ہیں

• امریکہ کا تجارتی خسارا تیل کی بڑھتی قیمتوں اور تجارتی طیاروں کی فروخت میں کمی کے باعث ۱۷۰ ۹ ملین ڈالر تک پہونچ گیا ہے امریکی محکمہ تجارت نے اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

• متحدہ اقوام نے دنیا بھر میں انسانی حقوق کے خلاف درزیوں کے واقعات کا پتہ لگانے کے لئے جدید ترین ٹکنالوجی کے ذریعہ جنیوا میں انسانی حقوق فیکس ہاٹ لائن قائم کی ہے جو ۰۰۰ ۹۱۷ ۴۱۲۲ ہے سینٹر ہمہ وقت کھلا رہے گا۔ اور لوگ اس پر اپنی نجی شکایتیں درج کرا سکتے ہیں

• بی۔ بی۔ سی نے آبادی کے عالمی دن کے موقع پر اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ دنیا میں پہلی ایک ارب آبادی کیلئے دس لاکھ سال لگے تھے لیکن موجودہ ساڑھے ۵ ارب آبادی میں مزید ایک ارب اضافے کیلئے صرف دس سال کی ضرورت ہے ہر تیسرے سیکنڈ ایک ولادت ہوتی ہے اس طرح روزآنہ کوئی ڈھائی لاکھ افراد اس دنیا میں جنم لیتے ہیں۔

مولانا سعید الرحمن ندوی کو صدر جمہوریۂ ہند کا اعزازی ایوارڈ

صدر شعبۂ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء

ہر سال صدر جمہوریہ ہند علمی و تعلیمی مراکز کی سفارش پر عربی فارسی اور سنسکرت کے ممتاز اصحاب علم میں سے چند کو انکے علم کی قدردانی کی علامت کے طور پر اعزام کیلئے انتخاب کرتے ہیں اس سال ان اعزام یافتگان میں عربی کی صلاحیت کی بنیاد پر ندوۃ العلماء کے شعبۂ عربی کے صدر مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی کے نام کا اعلان ہوا ہے، یہ مولانا کی عربی قابلیت کا حکومت ہند کی طرف سے مقرر اہل علم کی انتخابی کمیٹی کی سفارش پر اعلان اعتراف اور اعزاز ہے اس کیلئے ملک کے نامور اہل علم ہی منتخب کئے جاتے ہیں، مولانا عربی کے ممتاز صاحب لسان و صاحب قلم ہیں کئی کتابوں کے مصنف اور مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خطیب ہیں مولانا ندوۃ العلماء میں چالیس سال سے عربی زبان و ادب کی تعلیم دے رہے ہیں، اس تدریسی ذمہ داری کے ساتھ دو سال سے دفتری و تعلیمی امور میں مہتمم دارالعلوم کے شریک کار (اشرف اداری و تعلیمی) رہے اب کلیۃ اللغۃ العربیہ کے عمید ہیں اور ساتھ ساتھ اشرف تعلیم بھی ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عربی ماہنامہ البعث الاسلامی کے آغاز کے وقت سے ادارہ تحریر میں رہے اور اب ایک عرصہ سے چیف ایڈیٹر ہیں، مولانا کا عربی کے بلند پایہ اہل قلم میں شمار ہوتا ہے، عربی اور اسلامیات کے مختلف سمیناروں میں شرکت کرتے ہیں اور تحقیقی و علمی کاموں میں شریک رہتے ہیں مولانا عربی کے علاوہ اردو تحریر سے بھی بڑا ربط رکھتے ہیں، چنانچہ ندوۃ العلماء کے اردو آرگن تعمیر حیات کے بھی کئی سال ایڈیٹروں میں رہے، مولانا کی عربی کی امتیازی قابلیت کا اعتراف ادارہ تعمیر حیات اور مولانا کے سب بہی خواہوں کیلئے باعث مسرت ہے، ہم ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں، اس سے پہلے یہ ایوارڈ ۱۹۸۱ء میں حال مہتمم دارالعلوم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو مل چکا ہے۔

(ادارہ)

روداد جلسۂ خواتین

بسلسلہ اصلاح معاشرہ

۳۰ جولائی ۱۹۹۴ء

محترمہ ڈاکٹر نسیم اقتدار صاحبہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی میزبانی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام دوروزہ اصلاح معاشرہ کانفرنس میں خواتین کا ایک خصوصی جلسہ ۳۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو بعد نماز ظہر ندوہ کی قدیم عمارت کے عباسیہ ہال میں بیگم ڈاکٹر اختیار حسین قریشی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں شہر کی خواتین نے اتنی بڑی تعداد میں شرکت کی کہ عباسیہ ہال معہ اپنی بالائی گیلری کے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ اس سے متصل درجات میں نیز باہر سبزہ زار تک خواتین کا مجمع تھا، جلسہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں سوسائٹی کے ہر طبقہ کی خواتین نے شرکت کی، جن میں دانشوروں سے لیکر عام گھریلو عورتیں شامل تھیں ان میں سماجی کارکن، سیاستداں، اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز، کالج کی اساتذہ، ڈاکٹر، وکیل، تعلیم کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والی نیز شہر کے معزز خاندانوں کی بیبیاں۔ نوجوان طالبات اور درمیانی و نچلے طبقہ کی سب ہی خواتین تھیں۔ شہر لکھنؤ میں خواتین کا شاید یہ پہلا خائندہ جلسہ تھا جس میں مقررین نے حدود شریعت میں رہتے ہوئے اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کیا۔ باوجود جگہ کی تنگی موسم کی سختی کے سامعات ہمہ تن گوش تھیں اور اکثر تقریروں پر تالیاں بجا کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رہی تھیں۔

جلسہ کا آغاز آمنہ رضوان ندوی نے کلام پاک سے کیا اور ترجمہ فائزہ عرفان نے پیش کیا۔ مدرسۃ المؤمنات کی طالبات نے حمد پڑھی اور کرامت حسین مسلم گرلز کالج کی طالبات نے بارگاہ رسالت میں نعت کا نذرانہ پیش کیا۔ جلسہ کی کنوینر ڈاکٹر نسیم اقتدار علی (ممبر مسلم پرسنل لا بورڈ، صدر بزم اردو، جنرل سکریٹری انجمن فلاح مسلم خواتین) نے جو نظامت کے فرائض بھی انجام دے رہی تھیں اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ ہم خواتین خود ان حقوق سے بے بہرہ ہیں جو اسلام نے ہم کو دئے ہیں۔

یہ بات تو برابر کہی جاتی ہے کہ عورت کا فرض کیا ہے۔ لیکن اس کے حق کی بات نہیں کی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ عورتوں کو اصلاح معاشرہ کی مہم تین طرح سے چلانا چاہئے۔

اول اپنے حق کے حصول کیلئے دوم مغربی تہذیب کی کورانہ تقلید سے خود کو آزاد کرانے کے لیے اور سوئم بے جا رسم و رواج اور بدعتوں سے معاشرے کو پاک کرنے کیلئے۔

نسیم اقتدار علی کے بعد جن خواتین نے جلسہ کو خطاب کیا ان کے اسمائے گرامی اور تقریروں سے کچھ اقتباسات اسی ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

۱۔ فرحت شرف الدین (خزانچی انجمن فلاح مسلم خواتین) نے ایک مقالہ پڑھا جس میں خواتین کی ان خدمات کا جائزہ لیا گیا تھا جو ندوہ کی ترویج و ترقی میں در پردہ انھوں نے انجام دی تھیں۔ ساتھ ہی اس بات پر مسرت و تشکر کا اظہار کیا کہ آج اسی ندوہ میں خواتین کا اتنا بڑا پہلا اجتماع ہو رہا ہے

۲۔ سعیدہ رضوان ندوی (ناظمہ مدرسۃ المومنات) نے اپنی سنجیدہ تقریر میں عورتوں میں پھیلی ہوئی برائیوں کا تذکرہ کیا اور ان کے ازالہ کی تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا۔

۳۔ طاہرہ رضوی (نائب صدر انجمن فلاح مسلم خواتین) نے اپنے مقالے میں جہیز و طلاق کی لعنت اور شادی، برات نیز دیگر تقریبات میں ہونے والے بے جا اخراجات کی مذمت کی۔ انھوں نے عورتوں سے پر زور الفاظ میں اپیل کی کہ وہ اس کے خلاف باقاعدہ مہم چلائیں۔

۴۔ طلعت اکمل شمسی نے مختصر الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۵۔ طیبہ ام مسعود (جماعت اسلامی کی سرگرم کارکن جو کانپور سے تشریف لائی تھیں) نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عملی زندگی سے ایسی مثالیں پیش کیں کہ عورت اگر چاہے تو وہ اپنی ذات سے معاشرے میں پھیلی ہوئی بیشتر خرابیوں کو دور کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ طاقت اور ہمت دی ہے کہ وہ مردوں کو راہ راست پر لا کر گھروں کو بربادی سے بچا سکتی ہے۔

۶۔ سلطانہ احمد (صدر شعبۂ نفسیات آئی۔ ٹی۔ کالج) نے اپنے عالمانہ مقالے میں نماز کی اہمیت اور

افادیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ نماز کی پابندی اور صحیح طریقہ سے ادائیگی بہت سے جسمانی اور روحانی امراض کا علاج ہے۔ آجکل کے مروجہ یوگا کے کئی آسنوں کا انھوں نے نماز کی حرکات و سکنات سے مقابلہ بھی کیا ہے،

۷۔ بیگم ظہیر النبی (صدر محفل نسواں) نے اپنی تقریر میں قرآن پاک کی کچھ آیات پڑھکر ان کا ترجمہ پیش کیا اور بتایا کہ سکون قلب و نظم زندگی کیلئے قرآنی احکامات پر عمل ہی افضل ترین طریقہ ہے۔ اور اصلاح معاشرہ میں اس کی کلیدی حیثیت ہے۔

۸۔ ڈاکٹر رخسانہ لاری (صدر شعبۂ عربی کرامت حسین مسلم گرلز ڈگری کالج) نے اپنی پُرزور و پُرجوش تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ عورتوں کو تعلیم کے اتنے ہی مواقع فراہم ہونے چاہئے جتنے مردوں کو ہیں۔

ڈاکٹر رخسانہ لاری نے خواتین کو اصلاح معاشرہ کیلئے میدان عمل میں آنے کی دعوت دی۔ انھوں نے کہا کہ اس وقت ہمارے سامنے زندگی کے سنگین ترین مسائل ہیں اُن سے نبرد آزما ہونا ہمارا فرض اولین ہے نہ کہ فروعی باتوں سے الجھنا۔

۹۔ بیگم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و رکن انتظامی نورالاسلام نسواں ایجوکیشنل سوسائٹی) نے اپنے صدارتی خطبہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں عورتوں کے حقوق کا تفصیلی جائزہ لیا اور پھر اس کا مقابلہ آج کے ہندوستان میں جو اسلامی معاشرہ ہے اس میں عورت کی زبوں حالی سے کیا۔ تین طلاقوں کے بے جا استعمال سے عورتیں جس اذیت سے گذر رہی ہیں [illegible]

معراج رسولؐ دراصل معراج انسانیت ہے

ذیل میں واقعہ معراج پر مولانا سید سلیمان ندویؒ کے قلم گہربار کے چند نقوش پیش کئے جا رہے ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ذرۂ خاک کی بلندی اور معراج انسانیت کا۔ اور پھر اس بلندی کے بعد انسان نے اپنے کو جتنا پست کر لیا اس پر اگر خون کے آنسو بہائے جائیں تو بے جا نہ ہوگا۔

جب اسلام کی سخت اور پر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا، اور ہجرت کے بعد سے اطمینان و سکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شبِ مبارک آئی، اور اس شبِ مبارک میں وہ ساعتِ ہمایوں آئی جو دیوانِ قضا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرِ ملکوت کے لیے مقرر تھی، اور جس میں پیش گاہ ربانی سے احکام خاص کا اجرا، اور نفاذ عمل میں آنیوالا تھا، رضوان جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہدِ عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا، روح الامین کو فرمان پہونچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے، اور جو خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لیے مخصوص ہے، حرم ابراہیم (کعبہ) میں لے کر حاضر ہو۔ کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ مملکتِ آب و خاک کے تمام مادی احکام و قوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کر دیئے جائیں، اور زمان و مکان۔ سفر و اقامت۔ رویت و سماعت تخاطب و کلام کی تمام طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں۔

زباں جبریل کی دیدے تو پورا ہو سخن میرا

زباں جبریل کی دیدے تو پورا ہو سخن میرا
کہ بحر نعت یارب کھل رہا ہے اب دہن میرا

یہ کس مہکے ہوئے رنگین گل کا تذکرہ نکلا
کہ عطر و مشک و عنبر سے بھرا گنج دہن میرا

فلک بولا ازل سے یہ شفیع حشر میرا ہے
زمیں کہنے لگی ہے یہ شہنشاہ زمن میرا

قمر بولا میرے سینے میں داغ عشق آقا کا
کہا سورج نے ہے یہ پیکرِ جلوہ فگن میرا

کہا پھولوں نے رنگت ہم میں ہے اس کے تبسم کی
کہا گلشن نے ہے ماحول اس سے خندہ زن میرا

کہا پستی نے یہ دے گا عروج آسماں مجھ کو
بلندی نے کہا یہ ہے عقار انجمن میرا

مشیت نے صدا دی رحمۃ للعالمیں ہے یہ
کہا حق نے یہی تو ہے حبیب خوش سخن میرا

یہی محبوبِ فطرت ہے یہی مقصودِ فطرت ہے
ضیا ہے آج محفل میں جو موضوعِ سخن میرا

زباں جبریل کی دے دے تو پورا ہو سخن میرا
کہ بحر نعت یارب کھل رہا ہے اب دہن میرا

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب : نقوش تابندہ
مصنف : ڈاکٹر سید محمد اجتبار ندوی
صدر شعبۂ عربی و فارسی۔ الہ آباد یونیورسٹی
ناشر : دار عروس۔ نئی دہلی
قیمت : ستر روپیہ
ملنے کے پتے : دار عروس ۱۷۱، ۳۰ تکونہ پارک جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کے تابندہ نقوش کی جھلکیوں کے امین وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، جن کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اصحابی کالنجوم" میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ خورشید رسالتؐ سے براہ راست فیضیاب ہونے والی یہ شخصیتیں جن کی تربیت آپ نے ایسی فرمائی تھی کہ تیر و سناں، توپ و تفنگ سے زیادہ اخلاق کریمانہ، نرم خوئی، حسن گفتار، دلداری، دلربائی، پاکیزہ سیرت، عفت و پاکدامنی، انصاف پسندی، ایثار و قربانی جاں نثاری و جاں سپاری، خیر خواہی، بہی خواہی اور خلوص و للّٰہیت کے ذریعہ انھوں نے دلوں کو فتح کر لیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے تابندہ نقوش کو دور دراز خطوں تک پہونچا دیا۔ انھیں کے نقوش قدم کی پیروی کر کے امت مسلمہ کے بے شمار افراد نے ہر دور ہر زمانہ میں وہ قابل اور لائق تحسین و ستائش نمونے پیش کئے، جن کی مثالیں اس کثرت کے ساتھ کسی قوم کی تاریخ میں ملنی مشکل ہیں۔

اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خیر القرون سے لے کر دور آخر تک کے مثالی معاشرہ کے کچھ نمونے واقعات کی شکل میں سامنے آجائیں۔ جس سے اسلام کی صداقت، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت اور اس کی ابدیت کا پتہ ملتا ہے۔ پھر بھی بہت سی ایسی شخصیتیں اور ان کے کارہائے نمایاں کا عدم تذکرہ اگر کسی قاری کو کھٹکے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ مؤلف کے پیش نظر کتاب کی ضخامت بھی اس قسم کے واقعات کو سمو لینے میں مانع رہی ہے۔

کتاب کی طباعت و کتابت معیاری ہے البتہ جا بجا تحریریں لیتھو کی ضرب سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ کتاب کا اسلوب آسان اور دلآویز ہے۔ پروف ریڈنگ کی جا بجا غلطیاں ضرور نظر آئیں۔ لیکن اس کا تناسب بہت کم ہے۔ یہ کتاب نے عدل پروری، انصاف پسندی، علم دوستی اور مثالی معاشرہ کی خصوصیات و اوصاف پر مشتمل مضامین کو بڑی خوبی کے ساتھ کشید کیا ہے۔ اس میں عالمانہ انداز فکر کا بانکپن بھی ہے۔ اور صحافیانہ دلآویزیاں بھی، اس کے ساتھ ایک چیز جو کھٹکتی ہے وہ ص ۱۵۸ پر حضرت ابو سفیان رضؓ اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ ہے جس سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی شخصیت مجروح ہوتی ہوئی معلوم پڑتی ہے اور آخر کی یہ عبارت:-

"حضرت ابو سفیانؓ کے اس واقعہ کی خبر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ اور ہر گورنر اور کارکن اپنی جگہ محتاط اور چوکنا ہو گیا اور اس کا کوئی رشتہ دار ملنے آتا تو پوری تحقیق کر لیتا کہ وہ اپنے ساتھ کوئی مشکوک چیز تو نہیں لے جا رہا ہے"

اردو خواں طبقہ تک ایسی چیزوں کی ترسیل سے بڑے خدشات پیدا ہو سکتے ہیں بہتر ہوتا کہ خلفاء کی بیدار مغزی کے اثبات میں اس واقعہ کو نقل کرنے سے پہلے اپنے گرد و پیش کا بھی پوری بیدار مغزی سے جائزہ لے لیا گیا ہوتا۔

نام کتاب : مآثر امام اعظمؒ
مصنف : مولانا حکیم عزیز الرحمٰن صاحب
صفحات : سات سو آٹھ ۷۰۸
قیمت : ایک سو پچاس روپیہ
ناشر : مکتبہ مدینۃ العلم بدر الاسلام شاہ گنج
ملنے کا پتہ : مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ

زیر نظر کتاب "مآثر امام اعظم ابو حنیفہؒ" امام اعظم ابو حنیفہؒ کے علمی کارناموں، فقہی بصیرت اجتہادی صلاحیت، غائرانہ نظر، ذہانت، دقت رسی، گیرائی اور گہرائی کے ساتھ دینی مسائل کا استنباط اور ان خدمات و مآثر کا مجموعہ ہے جس میں دلنشین انداز، علمی اسلوب اور جذبہ عقیدت کے ساتھ ان واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو امام صاحبؒ کے امتیازات کی حیثیت رکھتے ہیں

ہر چند کی اس موضوع پر اردو اور عربی میں بعض اہل قلم نے اچھی خدمت انجام دی ہے لیکن اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اس دور تک عربی اور اردو میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا عطر کشید کر دیا گیا ہے۔ شیخ ابو زہرہ کی تالیفات ہوں، یا احمد امین کی اسلامی فکری تاریخ کی سلسلہ وار کڑیاں، فجر الاسلام ظہر الاسلام

یا علامہ شبلیؒ کے قلم جوہر نگار کے رشحات کا مجموعہ، سیرۃ النعمان ہو یا اشہب خامہ کے شہسوار مولانا مناظر احسن گیلانی کے وسیع علمی اکتسابات اور فقہی بصیرت کا مظہر تدوین فقہ اسی طرح مولانا عبدالغفار مدنیؒ کی کتاب "غرائب البیان فی مناقب النعمان" کی جھلکیاں بھی اس کتاب میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

صاحب کتاب نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی صرف سیرت اور علمی کارناموں کا تذکرہ ہی نہ ہو، بلکہ اس دور کی خصوصیات، فقہ اسلامی کی تدوین کا پس منظر ان علاقوں کی جغرافیائی، علمی اور فکری حالت کی ایک مکمل دستاویز بن جائے، جس جگہ پر امام صاحبؒ رہے، اور جہاں ان کی عظیم فقہی اکیڈمی نے تدوین فقہ کی عظیم خدمات انجام دیں اور اس طرح اسلامی قوانین کو منضبط شکل میں پیش کیا گیا کہ ایک عرصہ تک اسلامی قلمرو کے طول و عرض میں رومن لا کے مدمقابل اس فقہی ذخیرہ کو تصور کیا گیا، اور حکومت وقت اپنے فیصلوں میں اس سے اکتساب فیض کرتی رہی، آپ کا فقہی ذخیرہ اس قدر جامع اور مرتب زمانے کے نئے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ تھا کہ بغیر کسی خاص تحریک و تبلیغ دور دراز خطوں تک بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

کتاب میں فرقہائے باطلہ، شیعہ، جہمیہ، کرامیہ، خوارج، معتزلہ، مرجیہ، قدریہ اور جبریہ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ان سب کے تعلق سے امام صاحبؒ کی متوازن رائے کو صاحب کتاب نے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔

یہ افسوس کا مقام ہے کہ امام صاحبؒ کی شخصیت کی عظمت جو ایک مسلم حقیقت ہے اس کے باوجود آپ کی ذات پر بہت سے رکیک قسم کے اتہامات والزامات بھی لگائے گئے ہیں۔ صاحب کتاب نے ان اتہامات کا علمی جائزہ لے کر ان کی افسانوی حیثیت کو واضح کیا ہے، حقیقت میں صاحب کتاب کے لئے یہی چیز اس کتاب کی تالیف میں محرک بھی ہوئی ہے۔ ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

میں نے جب مذاہب اربعہ کا مطالعہ کیا تو ائمہ میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی ذات گرامی سب سے زیادہ مظلوم نظر آئی، ابن ھبیرہ منصور کی چیرہ دستیوں، فرق باطلہ کے اساطین کی دشنام طرازیوں سے مجھے بہت صدمہ پہنچا اور میں نے بے ساختہ اپنی کم علمی کے باوجود امام مظلوم کے دفاع و نصرت میں قلم اٹھالیا" ..... امید کہ یہ کتاب کسی کی دلآزاری کا سبب نہ بنے گی، اس لئے کہ میں نے اس میں اس کا بڑا اہتمام کیا ہے کہ دفاع و نصرت ہی ہو وکالت نہ ہونی چاہیئے"

صاحب کتاب اپنے اس دعویٰ کو کہاں تک نبھا سکے ہیں، قارئین کرام خود فیصلہ کرلیں گے، البتہ ہم یہ کہیں گے کہ امام صاحب کے مخالفین کیلئے بعض ذیلی عناوین کا انداز جارحانہ ہے، جیسے "ابن ابی لیلی کو آپ سے پرخاش" "شیعوں کے منہ پر زوردار طمانچہ"، بعض عناوین میں بڑی بھونڈی غلطی ہوئی ہے، مثلاً ص۹۵ پر علام کلام سے بیزاری کے اسباب، ذہنی عیاشی کے بساط ص۴۴، اسی طرح خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مصالح کے عنوان سے جو عبارت درج کی گئی ہے، اس سے صحابہؓ کی شان مجروح ہوتی ہے، صاحب کتاب نے بغیر کسی تبصرہ کے الملل والنحل کے حوالہ سے ص۲۴۹ پر اس کو یوں نقل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوات اسلامیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، امیرالمومنین حضرت علیؓ کی تلوار سے ہزاروں ہزار مشرکین کا سر تن سے جدا کیا گیا تھا، ابھی اس تلوار کا خون بھی خشک نہیں ہوا تھا، ان مشرکین کے اقرباء احفاد و اسباط کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، اور جو مسلمان ہوگئے تھے وہ بھی دیکھ کر رنجور ہوتے"

مندرجہ بالا عبارت سے صحابہ کرام کی کون سی تصویر سامنے آتی ہے، احفاد و اسباط واقرباء ظاہر ہے سب مسلمان تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی خلافت ابوبکرؓ کا معاملہ پیش آیا، لہٰذا وہ سب باغ نبوت کے خوشہ چین تھے، لیکن افسوس کہ وہ حضرت علی کو دیکھ کر اس لئے رنجور ہو رہے تھے کہ انھوں نے ان مشرکین کا سر تن سے جدا کیا تھا جن کے وہ احفاد و اسباط تھے، جب کہ صحابہ کرام کی شان تو یہ بیان کی گئی ہے

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آبائھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ۵ (المجادلۃ)

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے

کیا بہتر ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی تائید میں ایسی سنگین عبارت کو بطور مصلحت کے پیش نہ کیا جاتا، لیکن اس میں کیا مصلحت ہے

(باقی ص۲۴ پر)

عروس البلاد بمبئی میں

تحریک پیام انسانیت کے دفتر کا قیام

از: انیس چشتی (پونہ)

ملک کی موجودہ صورتحال سے ہر صاحب شعور فکرمند و بے چین ہے، بڑھتی ہوئی بے روزگاری، انتشار، مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی بے اثری، کرپشن، ظلم کی گرم بازاری، انسانی جان و مال کی ارزانی، کمزور طبقات کی عموماً اور اقلیتوں کی خصوصاً ہر محاذ پر پسپائی، سیاسی پارٹیوں کی یورشں اور زور آوری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عوامی بے چینی اور اسی قبیل کے ایسے لاتعداد مسائل ہیں جو بلائے بے درمل کی طرح بھارتی عوام پر روز نازل ہو رہے ہیں۔

ملک کے طول و عرض میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک بھی شخصیت یا تحریک ایسی نہیں ہے جو معصوم عوام کے دلوں کی دھڑکن بنے اور سماج کی دھتی رگ پر انگلی رکھ دے۔ اس دور انحطاط میں بلامبالغہ کل ہند تحریک پیام انسانیت ایک ایسی تحریک ہے جو نہ صرف یہ کہ دکھتی رگ پر انگلی رکھتی ہے بلکہ اس کے اصل مرض کی تشخیص کرنے کے ساتھ ساتھ علاج بھی تجویز کرتی ہے۔ اور اس تحریک کے بانی و موسس ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مقبول و معروف مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہیں۔

اس تحریک کو ملک کے طول و عرض میں کام کرتے ہوئے بیشتر سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے اس تحریک کے عظیم انسانی مقاصد میں سے ایک ذیلی مقصد غیر مسلم بھائیوں سے رابطے کا بھی ہے ملک کے دانشوروں کی روح کو بیدار کرنے اور ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگانے کا کام یہ تحریک مسلسل کرتی چلی آرہی ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے اس نے ملک کے بڑے شہروں سے لیکر تو چھوٹے قصبات تک سینکڑوں کے تعداد میں مخلوط جلسے کیے جسمیں غیر مسلموں کی بڑی تعداد شریک رہی۔ بیدار مغز اور مغز افراد سے ملاقاتیں کیں، کالج اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ سے لیکر عوام الناس تک سے خطابات کیے، مذہبی اور سیاسی پیشواؤں سے مذاکرات (ڈائیلاگ) کا سلسلہ جاری رکھا لٹریچر کی تقسیم اور پوسٹنگ کا ایک جال سا بچھا دیا ہے۔ لاکھوں افراد تک ان کی فرمائش اور ضرورت کے اعتبار سے اسلامی اور تعارفی کتب فراہم کیں غلط فہمیوں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی گئی نفرت کی وجہ سے انسانی بنیادوں پر قائم اس تحریک کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ بمبئی میں اگر آپ کو کچھ کیلئے بھی جگہ درکار ہے تو اس کیلئے سرمایہ چاہیئے لیکن خدا بھلا کرے میرے دیرینہ رفیق مخلص کریتوری کا کہ جو خود صحافت سے منسلک ہیں اور ایک دردمند دل رکھنے کے ساتھ ساتھ بمبئی کی سماجی زندگی میں ایک مقام رکھتے ہیں، انھوں نے ہماری درخواست پر لبیک کہا اور مرکزی بمبئی میں واقع اپنے دفتر کے ایک حصے کو تحریک پیام انسانیت کے لیے مختص کرنے کا عہد کیا۔

اتفاق سے ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخوں میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بمبئی میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ نہایت مجلت میں ایک مختصر سا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اور

18, KAGALWALA BUILDING
11 PEER KHAN STREET
BOMBAY-400008

میں حضرت مولانا کے ہاتھوں دفتر والوں کے ساتھ کل ہند تحریک پیام انسانیت (ALL INDIA MESSAGE OF HUMANITY)

(باقی ص۳۲ پر)

جگہ جگہ اس کے مراکز اور دفاتر قائم ہوں۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ بھارت کے تقریباً ہر بڑے شہر میں اس تحریک سے متعارف اور معترف افراد کی مسلمان اور غیر مسلموں میں اچھی خاصی تعداد ہو چکی ہے جو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جسم بہت دنوں سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عروس البلاد بمبئی میں اس تحریک کو مزید فعال بنانے کیلئے کسی مرکز کا قیام عمل میں آتا۔ بمبئی ایک عظیم بین الاقوامی شہر ہونے اور ادھر چند برسوں سے وہاں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کی وجہ سے انسانی بنیادوں پر قائم اس تحریک کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ بمبئی میں اگر آپ کو کچھ کیلئے بھی جگہ درکار ہے تو اس کیلئے سرمایہ چاہیئے لیکن خدا بھلا کرے میرے دیرینہ رفیق مخلص کریتوری کا کہ جو خود صحافت سے منسلک ہیں اور ایک دردمند دل رکھنے کے ساتھ ساتھ بمبئی کی سماجی زندگی میں ایک مقام رکھتے ہیں، انھوں نے ہماری درخواست پر لبیک کہا اور مرکزی بمبئی میں واقع اپنے دفتر کے ایک حصے کو تحریک پیام انسانیت کے لیے مختص کرنے کا عہد کیا۔

اتفاق سے ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخوں میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بمبئی میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ نہایت مجلت میں ایک مختصر سا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اور

18, KAGALWALA BUILDING
11 PEER KHAN STREET
BOMBAY-400008

میں حضرت مولانا کے ہاتھوں دفتر والوں کے ساتھ کل ہند تحریک پیام انسانیت (ALL INDIA MESSAGE OF HUMANITY)

(باقی ص۳۲ پر)

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

ایک قلبِ دردمند اور ایک فکرِ ارجمند

کتنے مردِ باخدا تھے کتنے دانا ہوتمند
درد سے معمور تھے دل اور فطرت ارجمند

جن کے دل میں موجزن تحریکِ ندوہ کی ہوئی
ڈال کر بنیادِ ندوہ کی کیا اس کو بلند

متفق ہوکر بنایا اہلِ حق نے ایک نظام
تاکہ پھر اسلام پر حملوں کا ہو دروازہ بند

چند اہلِ درد نے تحریکِ ندوہ پیش کی
کہ یہی تحریک ملت کے لئے تھی سودمند

نیک تھی ان کی نیت اور خوب تھا ان کا عمل
اس لئے اللہ کو ان کا عمل آیا پسند

شیخ کامل حضرتِ امداد تاج اولیاء
جن کے دامن سے ہی وابستہ ہے سارا دیوبند

آپ نے تائید فرمائی تھی اس تحریک کی
آپ کی تائید کا ندوہ بہت احسان مند

چل پڑی تحریک یہ بس آگ پانی کی طرح
اہلِ حق ہونے لگے ہر ہر قدم پر فتح مند

ہر قدم ملتے رہے تحریک کو وہ رہنما
تھے یقیں محکم سراپا دردمند و فکرمند

شبلیؒ نعمانی، مونگیریؒ، شیروانیؒ، عبدِ حیؒ
ان میں ہر ہر ایک کا تھا مرتبہ کتنا بلند

آسمانِ علم میں سب نے لگائے چار چاند
علم ظاہر ہو کہ باطن کر دیا سب کو دوچند

آج تک سید سلیماں کی دلوں میں یاد ہے
صاحبِ قلب و نظر تھے اور زبانِ ہوشمند

درس گاہِ ندوہ کہتے ہیں جسے دارالعلوم
علم کے معیار کو کتنا کیا اس نے بلند

کیا ادب تاریخ کیا اور کیا سلوک و معرفت
جس کی چاہو اس ادارے سے ملے گی تم کو قند

میں بتاتا ہوں تمہیں اس دور میں ندوہ ہے کیا
ایک قلبِ دردمند اور ایک فکرِ ارجمند

اس ادارے پر ہے اب اللہ کی نظرِ کرم
اس لئے اس کو کوئی پہونچا نہیں سکتا گزند

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

فی شمارہ ۵/ روپے

سالانہ سو روپے

۱۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

Regd. No. : LW/NP66

Office 38555
Principle 72336
Guest House 7[illegible]

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کے لیے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، حمید رؤف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰ 267910

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیرِ حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar
Bombay - 400 003
Tel. : Add CUPKETELE
Tel. : 3762220/3728708
Tel. : (R) 3095852

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سول پر LT مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مٹو کا بنا اصلی نورانی تیل مٹو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

تعمیرِ حیات کی ایجنسیاں:

درج ذیل پتوں پر رابطہ قائم کریں۔

Central News Agency Pvt. Ltd.
23/90, Connaught Circus,
P.B. No.374,
New Delhi-110-001.

Manzoor Ahmad Saheb,
Book Seller Azizia,
Noorani Masjid,
MALEGAON (Nasik) M.S.

Mr. Ibne Ghori Sb. M.A.
Rahman Bagh,
NALGANDAH-508001 (A.P.)

گذارش: خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام کی سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں۔ خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔

Printed by : Azad Printing Press, Ph : 234685, 248051